UNIVERSAL LIBRARY

خلق الانسان علّمہ البیان

الحمد للہ والمنہ کہ کتاب

البلاغۃ

یعنی

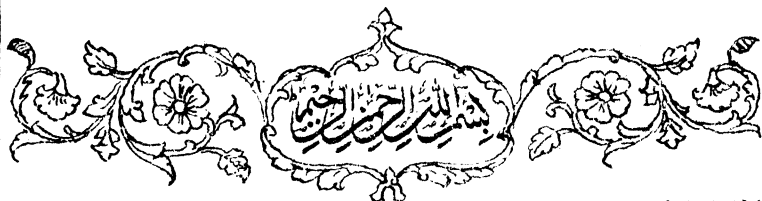
(علم بیان - علم بدیع - علم عروض)

جسے خاکسار حبیب اللہ منشی فاضل مہتمم مصری کتب خانہ کشمیری بازار لاہور (مؤلف) نے
بغرض سہولت امیدواران امتحان منشی فاضل و مولوی فاضل و مولوی عالم وغیرہ مسائل
تشبیہ و استعارہ و مجاز و کنایہ و صنائع بدیع لفظی و معنوی و عروض و قافیہ حدائق البلاغۃ
وغیرہ سے انتخاب کر کے بمعہ امثلہ فارسی و عربی ضروری توضیح کے ساتھ اردو میں لکھے
اور بعد اضافہ نقشہ جات تشبیہ و استعارہ بار دوم سنہ ۱۹۲۹ء

گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام ... چھپی

بار دوم بمعہ اضافہ نقشہ جات تشبیہ و استعارہ

قیمت ۸ /



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ وَاصْطَفٰی مِنْ اَنْطَقَہٗ بِمُحْکَمِ التِّبْیَانِ وَاَنْزَلَ عَلَیْہِ الْفُرْقَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ ذَوِی الْبَلَاغَۃِ وَالْعِرْفَانِ وَاَصْحَابِہِ الْمُتَّصِفِیْنَ بِقُوَّۃِ الْجَنَانِ

اَمَّا بعد افقر العباد حبیب اللہ طالبانِ علمِ بلاغت کی خدمت میں اپنی ناچیز سعی کا ثمرہ پیش کرتا ہے ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔

علمِ بیان

علمِ بیان ایسے چند اُصول اور قواعد سے مراد ہے کہ جب اُنہیں ذہن میں مستحضر کر لیں تو ایک معنی کو کئی طریق پر ادا کر سکیں۔ ایسی طرح کہ بعض اُن طریق میں سے دلالت میں واضح اور بعض واضح تر ہوں۔ اور دلالت تین۳ قسم ہے۔ وضعی۱۔ تضمنی۲۔ التزامی۳۔

۱۔ وضعی۔ دلالت لفظ کی اوپر تمام معنے موضوع لہٗ کے۔ جیسی دلالت انسان کی "حیوان ناطق" پر۔

۲۔ تضمنی۔ دلالت لفظ کی جزو معنی موضوع لہٗ پر۔ جیسی دلالت انسان کی صرف حیوان پر۔

۳۔ التزامی۔ دلالت لفظ کی اوپر ایسے معنی کے جو حقیقت موضوع لہٗ سے خارج ہو مگر اُسکے لئے لازم ہو جیسی دلالت انسان کی ضاحک (ہنسنے والے) پر + (دلالت وضعی کو مطابقہ اور دوسری دونوں کو عقلیہ بھی کہتے ہیں)۔

ایک لفظ کو کئی طریق پر بیان کرنا دلالت وضعی میں ممکن نہیں۔ کیونکہ اس میں دلالت لفظ کی موضوع لہٗ کے تمام معنی پر ہوگی جیسی لفظ اسد یا حارث یا غضنفر کی دلالت شیر پر۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اِن میں سے کسی لفظ میں شیر کے معنے واضح ہوں اور کسی میں واضح تر۔ البتہ دلالت تضمنی اور التزامی میں ممکن ہے۔ مثلاً دراز قد کو کہا جائے طویل النجاد (پرتلہ) ۔ یا مہمان نواز کو کثیر الرماد (راکھ)۔ (پرتلہ کا لمبا ہونا پہننے والے کے دراز قد ہونے پر دلالت کرتا ہے اور کثرت راکھ کی دلالت آگ زیادہ جلنے پر ہے)

مرجع "علمِ بیان"۔ اعتبار کرنا ملازمات کا معانی پر۔ پھر اگر قرینہ عدم ارادہ معنی موضوع لہٗ پر دلالت کرے تو

اُسکو مجاز اور اگر معنے موضوع لہٗ بھی جائز ہوں تو اُسکو کنایہ کہتے ہیں۔ یعنی مجاز میں تو ارادہ لازم کا ساتھ عدم ارادہ ملزوم کے شرط ہے اور کنایہ میں دونوں جائز ہیں اسلئے مجاز بجائے جزو کے ہوا اور کنایہ بجائے کُل کے مجاز میں معنی حقیقی اور مجازی کے درمیان علاقہ کا ہونا ضروری ہے۔ پس اگر علاقہ تشبیہ کا ہو تو اسکو استعارہ۔ اور تشبیہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو تو اُسکو مجاز مرسل کہینگے۔

پس مدار علمِ بیان کا چار اُصول پر ہوا۔ یعنی تشبیہ۔ استعارہ۔ مجاز مرسل۔ کنایہ۔

تشبیہ

تشبیہ لغت میں دو چیزوں کے ایک معنی میں مشترک ہونے کو کہتے ہیں۔ ان دو مشترک چیزوں کو مُشبّہ اور مُشبّہ بہ کہتے ہیں اور معنی مشترکہ کو وجہ شبہ۔ نیز تشبیہ میں غرض تشبیہ بھی ہوتی ہے اور آدات (حروف تشبیہ بھی۔ جیسے چوں مثل وغیرہ۔ لہذا بیان تشبیہ میں پانچ چیزوں کا ذکر کیا جائیگا۔ یعنی مُشبّہ۔ مُشبّہ بہ۔ وجہ شبہ۔ غرض تشبیہ۔ آدات تشبیہ۔

۱۔ مُشبّہ و مُشبّہ بہ۔ دونوں یا تو مدرک بعقل ہوں گے یا مدرک بحواس خمسہ[1]

امثلہ مُشبّہ و مُشبّہ بہ مدرک بحواس خمسہ (مبصرات) ؎ عذارے چو گُل خاطر افروز دید ٭ فرزندہ چوں شمع نور و ز دید

(مسموعات) ؎ گاہ چوں حالِ عاشقاں صبح کند نلونے ٭ گاہ چوں حلقِ دلبراں مرغ کند نواگری ٭

(مشمومات) ؎ زاں مئی گلگوں کہ بیاد سوختہ پرور دہ بوئے گُل مشک بید خام سر آمد ٭

(مذوقات) ؎ شرابے داشت ساقی دوش در جام ٭ کہ بردے لذتِ تسنیم از کام ٭

(ملموسات) ؎ بر چوں پرند لیک دلش گونہ پلاس ٭ من بر پلاس صبر کنم از پرند او ٭

حسیات میں ایک قسم "تشبیہ خیالی" بھی ہے جسکا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا۔ صرف خیال اُسکو فراہم کرتا ہے۔ اسکو بھی تشبیہ حسی ہی کہتے ہیں۔ یعنی تشبیہ حسی کی ایک قسم ہے۔ مثلاً (عنصری) ؎

صبح را بنگر پس پروین بداں ماند درست ٭ کز پس سیمیں تدروے بسندیں عنقا سے

[1] مبصرات۔ مدرک بقوت باصرہ۔ مسموعات۔ مدرک بقوت سامعہ۔ مشمومات مدرک بقوت شامہ۔ مذوقات۔ مدرک بقوت ذائقہ۔ ملموسات۔ مدرک بقوت لامسہ

پس یہ ظاہر ہے کہ صبح چکدر نہیں ہو سکتی نہ صبح کی سرخی مونگا (مرجان) بن سکتی ہے۔ صرف خیال نے ہی ان چیزوں کو فراہم کیا ہے۔ لہذا یہ تشبیہ خیالی ہوئی۔

امثلہ مشبہ و مشبہ بہ مدرک بالعقل جیسے مردگی جہل و زندگی دین است ٭ ہر چہ گفتند مغز آں ایں است ٭
اسمیں مردگی اور زندگی **مشبہ بہ** ہیں اور جہل و دین بالترتیب **مشبہ** ہیں۔ اور یہ سب مدرک بالعقل ہیں۔
اگر مشبہ و مشبہ بہ وجدان سے تعلق رکھتے ہوں تو اسے بھی تشبیہ عقلی کہینگے۔ جیسے المِ عشق لذت دگر است ٭
رنج مشتاق راحت دگر است ٭ اور جسے وہم پیش کرے اسے بھی تشبیہ عقلی کہتے ہیں۔

تشبیہ وہمی اور خیالی میں یہ فرق ہے کہ خیال حسِ مشترک سے اقتباس کرتا ہے اور قوت متخیلہ اسکو کسوتِ صور پہناتی ہے۔ اور وہم حسِ مشترک سے اقتباس نہیں کرتا بلکہ وہ خود خلاق ہے۔ یعنی اشیاء نادیدہ کو کسوتِ صور پہناتا ہے۔ اور اجزا دونوں (خیال و وہم) کے محسوسات سے ہیں کہ خیال نے بواسطہ حسِ مشترک اسکا اقتباس کیا اور قوت متخیلہ نے اسے پیش کیا۔ پس وہم تو چیز غائب پر حاکم ہے اور خیال مدرکات حسی سے تجاوز نہیں کرتا۔ اور غول یا ہاک کا تصور کرنا وہم کا کام ہے اور تندرو یا اسمیں عنقا خیال کا۔ مثال وہمی سے بروئے گل نہ شبنم ساختہ اند ٭ گسستہ چرخ تسبیح ملک را ٭

اور ممکن ہے کہ مشبہ و مشبہ بہ میں سے ایک حسی ہو اور ایک عقلی جیسے روئے تو چو حاصل نکوکاراں ٭ زلفت چو نامۂ گنہگاراں ٭ یا جیسے عمر بہ ہست رخنہ سرہا و نہ سبل بے شکن ٭ کوشش کنا رسید بیل از سر رخنہ بگذری ٭ شعر اول میں روئے اور زلف مشبہ حسی اور حاصل نکوکاراں و نامۂ گنہگاراں بالترتیب مشبہ بہ عقلی ہیں۔ اور دوسرے شعر میں مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی۔

الغرض تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ چار طرح پر آتے ہیں (۱) دونوں حسی (۲) دونوں عقلی (۳) مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی (۴) مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی۔

۴۔ پانچ لوازمات تشبیہ میں سے ۳ وجہ شبہ ہے کہ جسمیں مشبہ اور مشبہ بہ مشترک ہوں یہ اشتراک یا تو حقیقت میں ہوگا اور صفت میں افتراق ہوگا یا اسکے برعکس صفت میں افتراق مثلاً دو بدن ایک سیاہ ایک سفید۔ پھر وصفت مستند بجنس ہوگی یا بالعقل یا صفت اعتباری یا مطبوع فیہ یا دور از طمع یا منسوب ساتھ کسی چیز کے جو محض وہمی اور تصوری ہو۔ پھر مرجع صفت کا ایک چیز ہوگی یا کئی چیزیں اور ایسے ہی حقائق یا نسبتیں

یا اجزائے مختلفہ سے مرکب۔ لہٰذا وجہ شبہ انواعِ مذکورہ کے لحاظ سے متنوع ہوگی۔ مثلاً:

وجہ شبہ واحد یا متعدد۔ پھر متعدد در حکمِ واحد میں یا اس سے خارج۔ پھر وجہ شبہ واحد حسی یا عقلی۔ حسی میں ضروری ہے کہ مشبہ و مشبہ بہ دونوں حسی ہوں کیونکہ حس ادراکِ معقولات سے عاجز ہے۔ اور وجہ شبہ عقلی میں (مشبہ و مشبہ بہ) دونوں کا عقلی ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ عقل محسوسات کا بھی ادراک کر سکتی ہے۔ اسی لئے علماء نے کہا ہے التشبیہ بالوجہ العقلی اعم من التشبیہ بالوجہ الحسی (تشبیہ با وجہ عقلی کے عام ہے بہ نسبت تشبیہ وجہ حسی)

وجہ شبہ واحد حسی جیسے رخسار کی تشبیہ گل کے ساتھ سرخی میں۔ وجہ شبہ واحد عقلی جیسے تشبیہ مرد بہادر کی شیر سے جرات میں۔ وجہ شبہ متعدد در حکمِ واحد (اسکو وجہ شبہ مرکب بھی کہتے ہیں) اور وہ ایک ہیئت معین چند چیزوں سے مرکب ہے۔ اور یہ بھی یا حسی ہوگی یا عقلی۔ پھر حسی کئی قسم ہے۔

۱۔ مشبہ و مشبہ بہ مفرد اور وجہ شبہ مرکب حسی جیسے تشبیہ انگور بچشمِ خروس۔ استدارت۔ حمرت و مقدار وغیرہ میں۔

۲۔ مشبہ، مشبہ بہ و وجہ شبہ ہر سہ مرکب حسی ہوں۔ جیسے ؎ ابر از ہوا بکلبۂ کہاں ماند برگی و آنگاں ÷ مانندِ رومی بچگان پستان افراختہ ÷

۳۔ مشبہ مفرد حسی اور مشبہ بہ اور وجہ شبہ مرکب حسی جیسے ؎ زلفین تو تیرے است برانگیختہ از عاج ÷
رخسار تو شیرے است برآمیختہ با مُل ۔

۴۔ مشبہ بہ مفرد اور مشبہ و وجہ شبہ مرکب جیسے ؎ چوں ریم آہن بہ زخم آہن ÷ صد چشمہ کنند چشم دشمن ÷

وجہ شبہ مرکب عقلی جیسے ؎ در جہانی و از جہاں بیشی ÷ ہمچو معنے کہ در بیاں باشد ÷ (واضح ہو کہ اگر وجہ شبہ ہیئت مرکب ہو چند چیز سے (وہ حسی ہوں یا عقلی) اگر ان میں سے کسی چیز کو حذف کریں تو تشبیہ میں غلطی واقع ہوگی)

وجہ شبہ غیر واحد (جسے متعدد بھی کہتے ہیں) وہ ہے کہ چند چیزوں کو وجہ شبہ بنائیں کہ ہر ایک ان میں کی بذاتِ خود مستقل ہو۔ بخلاف مرکب کے کہ اس سے ایک ہیئت مجموعی مراد ہوتی ہے۔ وجہ شبہ متعدد تین قسم ہے۔

۱۔ سب اشیاء حسی ہوں۔ جیسے ؎ اَیْنَ اَیْنَ الْکُؤُوْسُ وَالْاَقْدَاحُ ÷ اَیْنَ اَیْنَ الشُّمُوْسُ وَالْاَقْمَارُ ÷

۲۔ وہ کہ تمام عقلی ہوں۔ جیسے تشبیہ بعض مرغوں کی کلاغ سے تیزی نظر و کمال حذر وغیرہ میں۔

۳۔ وہ کہ بعض اشیاء حسی اور بعض عقلی ہوں جیسے ؎ گہ خوردن منی چوں خونِ بدخواہ ÷ گہے تکیہ زدن بر مسندِ شاہ ÷

اور کبھی وجہ شبہ کو نفسِ تضاد سے انتزاع کرتے ہیں اسطرح کہ دو متضاد چیزوں کو باہم تشبیہ دیکر معنی مشترک کو

وجہ شبہ ٹھہرا لیتے ہیں اور ضدیت کو بمنزلہ تناسب کے سمجھتے ہیں۔ اور ایسی تشبیہ سے خوش طبعی وظرافت مراد ہوتی ہے، جیسے کسی سُست اور کمزور آدمی کو کہا جائے شیر۔ اور بخیل کو کہا جائے حاتم۔ (واضح ہو کہ حق وجہ شبہ کا یہ ہے جو دونوں طرف کو شامل ہو یعنے مشبّہ اور مشبّہ بہ کو۔ اگر دونوں طرف کو شامل نہ ہوئی تو تشبیہ فاسد ہوگی)

۳ (پانچ لوازمات تشبیہ میں سے) **غرض تشبیہ**۔ جو اکثر مشبّہ کی طرف راجع ہوتی ہے اور وہ کئی قسم پر ہے

۱۔ غرض تشبیہ سے بیان امکان مشبّہ کا ہو جہاں اسکا نہ ہونا بھی ممکن ہو۔ ؎ فان تفق الانام وانت منهم ۔ فان المسك بعض دم الغزال ؛ ؎ گر ز خلق آمد و بر خلق شاہ است ؛ عجب مشمر گل از جنس گیاہ است ؛

۲۔ غرض تشبیہ سے بیان حال مشبّہ کا جیسے ؎ تن از وداعِ رفیقاں چو دیگ بر آتش ؛ دل از غریبو عزیزاں چو مرغ در مضر ؛

۳۔ غرض تشبیہ سے بیان مقدارِ حال مشبّہ کا جیسے ؎ مانند پنبہ دانہ کہ در پنبہ تعبیہ است ؛ اجرام کوہہا ست نہاں در میان برف ؛

۴۔ غرض تشبیہ سے حال اور شان مشبّہ کا سامع کے خاطر نشین کرنا جیسے ؎ ہر طرب برابر است کرب ؛ ہر کمیں را مقابل است کمیں ؛

۵۔ زینت و ملاحت کا نظر سامع میں۔ جیسے ؎ ببیں وقت سخن گفتن لب شیرین و دندانش ؛ کہ گوئی دُرِّ عمان است در لعلِ بدخشانش ؛

۶۔ مذمت اور تقبیح مشبّہ کی نظر سامع میں جیسے ؎ چوں کمیز شتر زبانہ لیساں ؛ رنجہ دارند ہمچو خرمگساں ؛

۷۔ نازکی مشبّہ وندرتِ حضور او در ذہن۔ اور استطراف بھی اسی کو کہتے ہیں جیسے ؎ آتش سیال ندیدستی در آبِ منجمد ؛ ورنہ دیدستی بخواہ از ساقیا نش ساغرے ؛ — **واضح ہو** کہ استطراف تشبیہ میں دو قسم پر ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ مشبّہ بہ فی نفسہ ذہن میں نادر الحضور ہو جیسے "آتش سیال" "دُرِ آب منجمد" والے شعر میں ہے۔ دوم یہ کہ حضور مشبّہ بہ کا درحالت حضور مشبّہ کے ساتھ ندرت کے ہوگا۔ یعنی ذہن تصور مشبّہ کے وقت اسکی طرف کمتر انتقال کرے گا۔

(الف) اور جہاں غرض تشبیہ سے تزئین یا تقبیح یا استطراف مشبّہ کا ہوگا وہاں واجب ہے کہ مشبّہ بہ وجہ شبہ میں معروف تر اور تمام تر ہو۔

(ب) اور جہاں غرض تشبیہ سے بیان مقدار حال مشبّہ کا ہو چاہیئے کہ دونوں معرفت میں مساوی ہوں۔

(ج) اور جہاں غرض تشبیہ سے بیان امکان مشبّہ کا ہو چاہیئے کہ مشبّہ بہ امکانیت میں مسلم اور معروف ہو۔

(د) اور استطراف میں شرط ہے کہ مشبّہ بہ ذہن میں نادر الحضور ہو۔

غرض تشبیہ کبھی مشبّہ بہ کی طرف بھی راجع ہوتی ہے اور وہ دو قسم پر ہے۔ اوّل۔ وجہ شبہ میں جو اقص ہو

اُسے مشبہ بہ بنالیں اور مقصود اس سے اسکی اکملیت ہو جیسے ؎ بدا الصباح کان غرتہ ٭ وجہ الخلیفۃ حین یمتدح
دوم جسکی شان کے ساتھ اہتمام رکھتے ہوں اُسکو مشبہ بہ بنالیں اور غرض تشبیہ سے یہاں بیان اہتمام کا ہو ساتھ شان مشبہ بہ کے۔ جیسے ؎ گدا از بسکہ دید قحط احساں ٭ ہلال عید را داند لب ناں ٭
یاد رکھنا چاہئے کہ تشبیہ اُس جگہ ٹھیک ہوتی ہے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ میں مشبہ سے کامل تر اور قوی تر ہو کیونکہ جہاں دونوں برابر ہوں اُسے تشابہ کہنا چاہئے نہ کہ تشبیہ۔ اور تشابہ میں عکس صحیح ہوتا ہے یعنی مشبہ کو مشبہ بہ اور مشبہ بہ کو مشبہ بنالینا۔

تقسیم تشبیہ باعتبار مشبہ و مشبہ بہ

۱۔ ہر دو مفرد غیر مقید۔ جیسے رخسار کی تشبیہ پھول کے ساتھ۔ اور بہادر آدمی کی تشبیہ شیر کے ساتھ اور علم کی نور کے ساتھ۔
۲۔ ہر دو مفرد مقید ہوں جیسے لفظ "سعی بے فائدہ" کی تشبیہ "نقش بر آب" کے ساتھ۔
۳۔ ایک مفرد مقید اور ایک مفرد غیر مقید جیسے ؎ رخسارہ چو گلستان خنداں ٭ زلفین چو زنگیان لاعب ٭
۴۔ ہر دو مرکب جیسے ؎ دیدہ باشی عکس خورشید آتش انگیز از بلور ٭ از بلوریں جام عکس مے ہماں انگیختہ ٭
۵۔ ایک مفرد اور ایک مرکب ہو جیسے ؎ بلبلہ چوں کبک خوں گرفتہ بمنقار ٭ کز دہنش نالہ حمام بر آید ٭
۶۔ ہر دو متعدد۔ اور تشبیہ کی یہ قسم دو طرح پر ہوگی۔ ملفوف ۱ اور مفروق ۲۔
(الف) ملفوف یہ کہ پہلے چند مشبہ کا ذکر کریں بعدہٗ چند مشبہ بہ کا بطور لف و نشر مرتب کے۔ جیسے ؎
"تا فتنہ زلف و شگفتہ رخ زیبا قد او ٭ مشک سارا و گل سوری و سرد چمن است" (مصرع اول و دوم میں بالترتیب ...)
(ب) مفروق یہ کہ اول ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ کو ذکر کریں۔ علیٰ ہذا القیاس پھر اسکے مقابل ایک اور کا۔ جیسے رباعی
رویت دریا حسن و لعلت گہر جان ٭ زلفت عنبر صدف دہن در دنداں ٭ ابرو کشتی و چین پیشانی موج ٭ گرداب بلا غبغب و چشمت طوفاں
۷۔ ایک واحد اور ایک متعدد۔ پھر اگر مشبہ واحد اور مشبہ بہ متعدد ہو تو تشبیہ جمع کہلائیگی جیسے ؎ کانما یبسم عن لؤلؤ منضد او برد او اقاح ...
یا شعاع شمس یا آئینہ دلہا ست ایں ٭ اور اگر مشبہ جمع اور مشبہ بہ واحد ہو تو اسکو تشبیہ تسویہ کہیں گے جیسے
؎ صدغ الحبیب وحالی ٭ کلاھما کاللیالی ٭

تقسیم تشبیہ باعتبار وجہ شبہ

۱۔ تشبیہ تمثیل۔ کہ جسمیں وجہ شبہ چند چیزوں سے منتزع ہو۔ شیخ عبدالقاہر جرجانی اسرار البلاغۃ میں لکھتے ہیں التمثیل التشبیہ المنتزع من امور ...

التشبیہ عقلیاً یقال انہ یتضمن للتشبیہ ولا یقال ان فیہ تمثیلاً وضرب مثلاً واذا کان عقلیاً جاز طلاق اسم التمثیل علیہ۔ یہاں پر معلوم ہوا کہ جس تشبیہ میں وجہ شبہ مرکب حسی ہو اسکو تشبیہ تمثیل نہ کہنا چاہیئے۔ کیونکہ تشبیہ تمثیل وہ ہے جسمیں وجہ شبہ مرکب عقلی ہو جیسے ؎ نظر کردم ز روئے تجربت ہست ؛ خوشیہائے جہاں چوں خارش دست ؛ اس میں وجہ شبہ وہ کام ہے جو ابتدا میں عمدہ اور انجام میں خراب ہو۔ مثل خارش ہاتھ کی۔ اور مطول میں ہے کہ تمثیل وہ تشبیہ ہے کہ جسمیں وجہ شبہ چند چیزوں سے منتزع ہو۔ وہ چیزیں حسی ہوں خواہ عقلی۔

۲۔ **تشبیہ غیر تمثیل**۔ وہ ہے جسمیں وجہ شبہ واحد یا متعدد ہو۔ نہ کہ مرکب ہو چند چیزوں سے۔ (مثالیں وجہ شبہ کے ذکر میں گذر چکیں وہاں سے دیکھنی چاہئیں)۔

۳۔ **تشبیہ مجمل** جسمیں وجہ شبہ مذکور نہ ہو۔ اور وہ کئی قسم ہے (الف) وجہ شبہ غیر مذکور جو بادی الرائی میں کسی پر عیاں ہو جیسے تشبیہ بہادر آدمی کی شیر سے (اس میں وجہ شبہ جرأت صاف ظاہر ہے)۔ (ب) وجہ شبہ ایسی خفی ہو کہ سوائے خواص کے معلوم نہ ہو سکے جیسے ھم کالحلقۃ المفرغۃ لا یدری این طرفاھا یعنی وہ چند اشخاص آپس میں ایسے متناسب الشرف ہیں جنہیں یقیناً مشکل ہے کہ ان میں فاضل کون ہے۔ اور افضل کون ہے۔ (ج) مشبہ و مشبہ بہ میں سے کسیکا وصف اسمیں مذکور نہ ہو جیسے ؎ از عارض و روئی زلف دارمی ؛ طاؤس بہشت و یا ہما اس مقام پر مراد ایما، وجہ شبہ کا نہیں رکھا گیا۔ (د) صرف تنہا وصف مشبہ کو ذکر کریں جیسے ؎ خنجر بدست چو بمرغ آید حصرم می را نشاں ببینی بہم (ہ) وصف مشبہ بہ کو تنہا ذکر کریں جیسے ؎ فانک شمس والملوک کواکب ؛ اذا طلعت لم یبد منھن کوکب (و) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کا وصف ذکر کریں۔ جیسے ؎ چاکرانت بگہ رزم چو خیاطا نند ؛ گرچہ خیاطا نیند اے ملک کشورگیر ؛ بگز نیزہ قد خصم تو می پیمایند ؛ کہ ہر نید بشمشیر و بدو زند بہ تیر ؛

۴۔ **تشبیہ مفصل** جسمیں وجہ شبہ یا مستلزم وجہ شبہ کا ذکر کریں۔ مثال اول جیسے ؎ لغزد خرد ز لعل تو چوں از شراب پا ؛ لرزد دلم ز چشم تو چوں از خمار دست ؛ مثال دوم الکلام الفصیح کالعسل فی الحلاوۃ (اسمیں وجہ شبہ میل طبع ہے)۔

۵۔ **تشبیہ قریب مبتذل** اور سبب ابتذال کے کئی ہیں (الف) وجہ شبہ واحد ہو جیسے تشبیہ زنگی کی زغال سے سیاہی میں اور تشبیہ عسل کی برف سے سفیدی میں (ب) مشبہ بہ مشبہ کے ساتھ نسبت قریبی رکھتا ہو مثل تشبیہ کنارے کے ساتھ سیب کے (ج) یا مشبہ بہ اکثر ذہن میں حاضر ہو مثل زلف کی نسبت سے یا خوبروی کی آفتاب سے (د) ایسے ہی تشبیہ

قریب کہ وجہ شبہ اسمیں اجمالی یا تفصیلی کچھ تھوڑی مناسبت رکھتا ہو جیسے آئینہ کو آفتاب سے روشنی یا گولائی میں تشبیہ دینا
۲۔ **بعید غریب** ۔ اور اسباب بُعد و غرابت کے بھی کئی ہیں (الف) وجہ شبہ متعدد و یا مرکب چند چیزوں سے ہو (جیسے
بعض امثلہ اپنے محل پر انکا ذکر ہو چکا ہے) (ب) مشبہ بہ کو مشبہ سے نسبت بعیدہ ہو جیسے ؎ زاغ سیاہ و قمری سپید زیر
طوطی ہمی پدید شد از بیضہ غراب ٭ (ج) مشبہ بہ ذہن میں نادر ہو بسبب وہمیات اور خیالات میں سے
ہونیکے مثل انیاب اغوال یا اعلام یاقوت (د) وجہ شبہ مرکب عقلی ہو ۔ اور وجہ شبہ جسقدر زیادہ اشیا سے
مرکب ہو گی اُتنی ہی تشبیہ بعید تر اور غریب تر ہو گی ۔ وہ اشیا خواہ وہمی ہوں خواہ خیالی اور عقلی ۔ اور تشبیہ بلیغ
وہی ہو گی جو بعید اور غریب ہو بخلاف غریب اور مبتذل کے ۔ کیونکہ جو چیز بعد طلب کے حاصل ہوتی ہے وہ زیادہ
لذیذ بھی ہوتی ہے ۔ پیاسے کی طرح کہ وہ سرد پانی سے زیادہ لذت پاتا ہے ۔ (ھ) اور کبھی تشبیہ مبتذل بھی
بباعث تصرف کے خاص غرابت پیدا کرتی ہے ۔ جیسے ؎ ماہی اگر ماہ را ز سرو بود نقاب ٭ سروی اگر بسر و را ز ماہ بود

تقسیم تشبیہ باعتبار غرض تشبیہ — اور وہ دو قسم پر ہے ۔ مقبول و مردود ۔

۱۔ **مقبول** ۔ جو فائدہ غرض میں پوری ہو ۔ مشبہ بہ وجہ شبہ میں
مشہور تر اور تمام تر اور مسلّم الحکم ہو ۔ اور بیان امکان میں نزدیک مخاطب کے معروف تر ہو ۔
۲۔ اور تشبیہ **مردود** وہ ہے جو امور مذکورہ میں ناقص اور ضعیف ہو ۔

تقسیم تشبیہ باعتبار آدات — وہ دو قسم پر ہے ۔ مؤکد اور مرسل ۔

۱۔ **مؤکد** وہ ہے جسمیں آدات مذکور نہ ہوں اور وہ دو قسم ہے ۔
(الف) یہ کہ آدات تشبیہ کو صرف حذف ہی کر دیں جیسے اس شعر میں ؎

مے آفتاب و ساغرش ماہ شب بدر آسمان ٭ مشرق کف ساقیش دان مغرب لب یار آمدہ

(ب) آدات تشبیہ کو حذف کر کے مشبہ بہ کو ساتھ مشبہ کے اضافت کریں جیسے اس شعر میں ؎

غنچہ دہنش گرفتہ سرخی لالہ ٭ لالہ رویش گرفتہ زردی غنچہ

۲۔ **مرسل** وہ ہے کہ جسمیں آدات مذکور ہوں ۔ جیسے رخسار مانند گل (یہاں مانند آدات تشبیہ ہے)
آدات تشبیہ عربی میں حرف ک ۔ اور کأنّ وغیرہ ہیں اور فارسی میں مانند ۔ چوں ۔ برنگ ۔ بسان ۔ گویا ۔

اور کبھی اِن حروف کے علاوہ کوئی عبارت بھی لے آتے ہیں جیسے نظیری کا یہ شعر۔ "بوئے یار من ازیں سست وفا می آید۔ گلم از دست بگیرید کہ از کار شدم"۔ یہاں مقصود صرف یار کو گُل سے تشبیہ دینا ہے۔ اور عبارت "بوئے یار آمدن" بجائے آداتِ تشبیہ مذکور ہوئی۔

تتمۂ تشبیہ تشبیہ آٹھ قسم سے باہر نہیں۔ اور وہ ذیل میں مذکور ہیں۔

۱۔ مشبّہ اور مشبّہ بہٖ مذکور۔ اور آداتِ تشبیہ و وجہِ شبہ محذوف۔ جیسے "زید شیر است"۔ یعنی "زید مانند شیر است در جرأت و شجاعت"۔ یہاں حرف مانند (ادات) اور شجاعت (وجہِ شبہ) دونوں محذوف ہیں۔

۲۔ مقامِ استخبار (حال دریافت کرتے وقت) میں مشبّہ کو بھی حذف کرتے ہیں۔ جیسے کوئی پوچھے کہ "زید کیست"۔ تو جواب میں کہیں "شیر است"۔ یہاں شیر مشبّہ بہٖ مذکور اور زید مشبّہ اور وجہِ شبہ و اداتِ تشبیہ محذوف ہیں۔

۳۔ صرف آداتِ تشبیہ کو حذف کریں جیسے "زید شیر است در جرأت"۔ یہاں زید مشبّہ اور شیر مشبّہ بہٖ اور جرأت وجہِ شبہ مذکور ہیں۔ اور حرفِ تشبیہ یعنی مانند۔ مثل وغیرہ محذوف ہے۔

۴۔ خبر پوچھنے کے وقت مشبّہ اور حرفِ تشبیہ کو محذوف اور مشبّہ بہٖ و وجہِ شبہ کو مذکور کریں۔ جیسے "شیر است در جرأت"۔

۵۔ صرف وجہِ شبہ کو حذف اور مشبّہ و مشبّہ بہٖ و حرفِ تشبیہ کو ذکر کریں۔ جیسے "زید مانند شیر است"

۶۔ مقامِ استخبار میں مشبّہ کو بھی حذف کرتے ہیں۔ جیسے "مانند شیر است"۔ یہاں وجہِ شبہ کے ساتھ زید جو مشبّہ تھا وہ بھی محذوف ہے۔

۷۔ مشبّہ، مشبّہ بہٖ۔ وجہِ شبہ اور حرفِ تشبیہ چاروں مذکور ہوں۔ جیسے "زید مانند شیر است در جرأت"۔

۸۔ مشبّہ کو محلِ استخبار میں حذف کریں۔ جیسے کہ کوئی دریافت کرے "زید کیست" تو جواب میں کہا جائے "مانند شیر است در جرأت"۔

اِن آٹھ اقسام میں سے پہلی دونوں قوی تر ہیں اور آخری دونوں ضعیف تر اور درمیانی ضعف و قوت میں متوسط۔ باعثِ قوت حذف کرنا آدات اور وجہِ شبہ کا ہے۔ اور وجہِ ضعف ذکر کرنا ایک کا۔ اور سببِ اضعف ذکر کرنا اِن ہر دو کا ہے۔ (واللہ اعلم و علمہ اتم و اکمل)

استعارہ

استعارہ چونکہ مجاز کی ایک قسم ہے لہذا استعارہ سے پہلے ضروری ہے کہ حقیقت اور مجاز کو سمجھ لیا جائے۔

حقیقت۔ وہ کلمہ ہے جو اصطلاح میں معنی موضوع لہ کیلئے استعمال کیا جائے۔ وہ اصطلاح لغوی ہو یا شرعی یا عرف عام یا خاص۔

مجاز۔ وہ کلمہ ہے جو معنے غیر موضوع لہ میں استعمال کیا جائے لیکن معنے غیر موضوع لہ میں استعمال کرنے کیلئے کوئی قرینہ ضرور ہے۔

حقیقت اور مجاز میں علاقہ کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر معنے حقیقی اور مجازی میں علاقہ نہ ہو تو استعمال اس لفظ کا معنے مجازی میں غلط ہوگا۔ جیسے کسی کو کہا جائے کہ "خذ ھذا الفرس" اور اشارہ کتاب کی طرف کیا جائے تو یہ استعمال صحیح نہیں کیونکہ اس جگہ علاقہ نہیں پایا جاتا۔

حقیقت اور مجاز ہر ایک تین قسم ہوتے ہیں۔ لغوی۔ شرعی۔ عرف عام۔ جیسے استعمال لفظ اسد واسطے درندہ مخصوص کے حقیقت لغوی اور واسطے مرد شجاع کے مجاز لغوی۔ اور لفظ صلوٰۃ واسطے عبادت مخصوص کے حقیقت شرعی ہے اور واسطے دعا کے مجاز شرعی۔ اور لفظ فعل اصطلاح نحویوں میں ماضی مضارع امر وغیرہ کے لئے حقیقت عرفی خاص ہے اور واسطے معنے حدث کے مجاز عرفی خاص۔

یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ مجاز کے لئے علاقہ کا ہونا ضروری ہے۔ پس علاقہ اگر تشبیہ کا ہو تو اسکو **استعارہ** کہیں گے۔ اور اگر علاقہ بغیر تشبیہ (یعنی سببیت یا لزوم وغیرہ) کے ہو تو اسکو **مجاز مرسل**۔

استعارہ میں اگر مشبہ متروک اور مشبہ بہ مذکور ہو تو اسکو استعارہ بالتصریح یا استعارہ مصرحہ کہینگے۔ جیسے ؎ مہش مشک سائی و شکر میفروش ٭ دو نرگس کماں کش دو گل درع پوش۔

(یہاں چہرہ۔ لب۔ آنکھ اور رخسار جو مشبہ تھے متروک ہیں اور مہ۔ شکر۔ نرگس۔ گل مشبہ بہ تھے وہ مذکور ہیں)

اور اگر مشبہ بہ کو متروک اور مشبہ کو مذکور کریں تو اسکو "استعارہ بالکنایہ" کہینگے۔ غرض استعارہ یہ ہے کہ مشبہ کو عین مشبہ بہ ثابت کریں خواہ متروک ہو یا مذکور۔ اور مشبہ بہ کو دونوں صورتوں میں (متروک ہو یا مذکور) "مستعار منہ" کہینگے اور اسکے لفظ کو "مستعار" اور مشبہ کو "مستعار لہ"۔

کذب اور استعارہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ بنا استعارہ کی تاویل پر ہے ساتھ قیام قرینہ کے اور کذب میں تاویل و قرینہ موجود نہیں ہوتا۔ (قرینہ کبھی ایک ہی چیز ہوتی ہے کبھی کئی چیزیں)۔

تقسیم استعارہ باعتبار مستعار منہ و مستعار لہٗ

استعارہ باعتبار مستعار منہ و مستعار لہٗ دو طرح پر ہے۔
۱۔ وفاقیہ۔ وہ یہ کہ مستعار لہٗ اور مستعار منہ کا اجتماع شخص واحد میں ممکن ہو مثل استعارۂ ہدایت بحیات۔ قولہ تعالیٰ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ۔ ای ھدینٰہ مقصود تمثیل سے لفظ حیات ہے جو مستعار منہ واقع ہوا ہے اور ہدایت مستعار لہٗ ہے اور ہدایت و حیات کا اجتماع بھی ایک شخص میں ممکن ہے۔
۲۔ عنادیہ۔ وہ یہ کہ اجتماع مستعار لہٗ اور مستعار منہ کا شخص واحد میں ممتنع ہو جیسے کسی نیک آدمی کو جسکے آثار جمیلہ دنیا میں باقی ہوں زندہ سے استعارہ کرنا یا جاہل کا مردہ سے۔
استعارہ عنادیہ کی ایک قسم یہ بھی ہے جو بطور ظرافت کے لائی جاتی ہے۔ جیسے کسی سست آدمی کو کہیں رَاَيْتُ اَسَدًا۔ اور بخیل کو کہیں رَاَيْتُ حَاتِمًا۔

تقسیم استعارہ باعتبار وجہ جامع (دو قسم)

استعارہ باعتبار وجہ جامع چار قسم پر منقسم ہے۔
۱۔ وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہٗ کے مفہوم میں داخل ہو جیسے لفظ قطع اس آیت میں وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا۔ اور اس شعر میں ؎

بر سیرت لطیف تو گفتار تو گواہ ❊ بر نسبت شریف تو کردار تو گواہ

۲۔ وجہ جامع مفہوم مستعار لہٗ اور مستعار منہ سے خارج ہو جیسے لفظ اسد مرد شجاع کے لئے کیونکہ وجہ جامع اسجگہ جرأت ہے اسی طرح اس شعر میں ؎ کشیدہ قامتے چوں سرو سیمیں ❊ دو زنگی بر سر نخلش رطب چیں
(اس شعر میں مستعار لہٗ لفظ زنگی مستعار منہ واقع ہوا ہے۔ اور وجہ جامع سیاہی ہے)۔
۳۔ وجہ جامع بادی الرائے میں ظاہر ہو جیسا کہ تشبیہ میں مذکور ہوا ہے۔ مثلاً ؎ ہنوزم ہندواں آتش پرستند ❊ ہنوزم چشم چوں ترکان مستند (یہاں زلف کو ہندو اور رخسار کو آتش سے استعارہ کیا)۔
۴۔ وجہ جامع ایسی مخفی ہو کہ خواص کے سوا اسکو معلوم نہ کر سکیں اسکو استعارہ غریبہ کہتے ہیں اور کبھی استعارہ عامیہ مبتذلہ باعث کسی تصرف کے غرابت پیدا کرتا ہے۔ جیسے ؎

از فیض تو در دو گاہوارہ ❊ دو ہفتہ و طفل شیر خوارہ۔

تقسیم استعارہ باعتبار ہر سہ (مستعار لہ مستعار منہ وجہ جامع)

تقسیم استعارہ باعتبار ان تینوں کے کئی قسم ہے:-
۱۔ یہ تینوں حسی ہوں۔ جیسے ؎

گاو سفالین کہ آب لالہ ترخورد ؂ از زبان زرینش از مسامی برآمد ؂

۲۔ مستعار لہ اور مستعار منہ حسی اور وجہ جامع عقلی کقولہ تعالیٰ وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ۔ یہاں مستعار لہ ظہور ظلمت شب ہے اور مستعار منہ ظہور مسلوخ اور وجہ جامع ترتیب ایک کام کی دوسرے پر۔

۳۔ مستعار لہ حسی اور مستعار منہ اور وجہ جامع عقلی ہو جیسے ؎ کوہ پوشیدہ در مصاف فگن ؂ مرگ تابندہ از نیام برآر

۴۔ مستعار منہ حسی اور مستعار لہ اور وجہ جامع عقلی ہوں۔ جیسے ؎ تیغ او آبستن فتح است ازاں بنگرش ؂ نقطہائے چہرہ آبستنی وار دگواہ ؂ یہاں تیغ یا مستعد ہونیکو آبستن سے استعارہ کیا۔ وجہ جامع تہیہ اور استعداد ہے۔

۵۔ مستعار لہ مستعار منہ اور وجہ جامع تینوں عقلی ہوں۔

۶۔ وجہ جامع کے بعض اجزا حسی اور بعض عقلی ہوں اور مستعار لہ اور مستعار منہ دونوں حسی۔ جیسے کوئی کہے رأیت الشمس اور ارادہ رکھتا ہو خوبصورت آدمی کا۔ اس قسم کا استعارہ نادر ہی وقوع میں آتا ہے اسلئے سکاکی نے اس (۶) چھٹی قسم کو متروک کردیا ہے اور پانچ ہی قسمیں رہنے دی ہیں۔

تقسیم استعارہ ان تینوں کے علاوہ دیگر اعتبارات سے

استعارہ باعتبار لفظ مستعار کے دو قسم ہے
۱۔ اصلیہ۔ کہ لفظ مستعار اسم جنس ہو مثل استعارہ لفظ اسد واسطے مرد شجاع کے اور استعارہ گل واسطے رخسار کے۔

۲۔ استعارہ تبعیہ۔ لفظ مستعار فعل یا مشتق فعل یا حرف ہو اور اسکے تبعیہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ فعل اور حرف میں صلاحیت موصوف ہونیکی نہیں اور بنا استعارہ کی موصوفیت پر ہے پس موصوف استعارہ تبعیہ میں معنے مصدری فعل اور متعلقات معانی حروف کے ہونگے۔ اور اطلاق استعارہ کا اوپر فعل و حرف کے بسبیل تبعیت ہوگا نہ بطریق اصالت حاصل کلام یہ کہ تشبیہ استعارہ فعل اور اسکے متعلقات میں راجع طرف معنے مصدر اس فعل کے ہوتی ہے اور حرف میں اسکے متعلق معنے کیطرف عائد۔ مثال اسکی کہ لفظ مستعار فعل ہو۔ قولہ تعالیٰ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا (یعنوں میں لام تعلیل بطریق استعارہ واقع ہوا ہے اور

استعارہ لام میں نہیں بلکہ اسکی غرض متناقضہ میں ہے۔ ؎ دل را بکنار جوئے بردیم ؛ از یار کنار جوئے شستیم

(یہاں استعارہ تبعیہ حرف از میں ہے۔ اور مستعار لہٗ "دور کردن خیال یار از دل" اور مستعار منہ "شستن دل از یار")

واضح ہو کہ مدار قرینہ استعارہ تبعیہ کا اسپر ہے کہ کبھی تو استعارہ فاعل کیطرف منسوب ہو کبھی مفعول کیطرف اور کبھی مجرور کیطرف

مثال منسوب بفاعل۔ نطقت الحال بکذا (نطق بحال قرینہ استعارہ کا ہے کیونکہ نطق حقیقی مسند بحال نہیں ہوتا)

مثال منسوب بمفعول۔ جمع الحق لنا فی امام قتل البخل واحیا السماحا (نسبت قتل اور احیا کی سمت بخل اور سماحت کے قرینہ اسکا ہے کہ لفظ قتل اور احیا اسجگہ بطریق استعارہ واقع ہوا ہے)۔

مثال منسوب بمجرور۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔ (لفظ عذاب جو کہ مجرور ہے قرینہ ہے اس معنے پر کہ بشارت اس آیت میں بر سبیل استعارہ آئی ہے بجائے "فانذرھم" کے)۔

تقسیم استعارہ باعتبار تجرید و ترشیح

اور وہ تین طرح پر ہے (۱) استعارہ مطلقہ۔ وہ یہ کہ کوئی چیز ملائمات و صفات مستعار لہٗ و مستعار منہ سے اسمیں مذکور نہ ہو۔ جیسے ؎ شگوفہ بر سر شاخ است چوں رخسارہ جاناں ؛ بنفشہ بر لب جوئیست چوں جرارہ دلبر ؛

(زلف کو عقرب جرارہ سے استعارہ کرکے ملائمات طرفین کے ذکر نہیں کئے)۔

۲۔ استعارہ مجردہ۔ وہ یہ کہ صرف مستعار لہٗ کے صفات اور ملائمات کا ذکر کریں۔ جیسے ؎

بناخن زرہ بافت از مشکناب ؛ ور آویخت از گوشۂ آفتاب

(زلف کو زرہ سے استعارہ کیا اور ناخن مشکناب و آویختن ملائمات مستعار لہٗ میں سے ہیں)۔

۳۔ استعارہ مرشحہ۔ وہ یہ کہ صفات و ملائمات مستعار منہ کو ذکر کریں۔ جیسے ؎

در خفیہ گر نہ عزم خروج است باغ را ؛ چوں آبگیر ہا ہمہ پر تیغ و جوشن است

(موج آبگیر کو تیغ اور جوشن کے ساتھ استعارہ کیا اور عزم و خروج ملائمات تیغ و جوشن مستعار منہ واقع ہوئے)۔

اور کبھی تجرید اور ترشیح دونوں کو ایک ہی استعارہ میں جمع کر دیتے ہیں۔ جیسے ؎

برنگافد صبا مشیمۂ شب ؛ طفل خونین بجادر اندازد ؛ (آفتاب کو طفل سے استعارہ کرکے صبا، شب اور جادر ملائمات مستعار لہٗ۔ اور مشیمۂ خونین و رنگافتن ملائمات مستعار منہ واقع ہیں)۔

استعارہ میں ترشیح۔ تجرید اور اطلاق سے بلیغ تر ہوتی ہے۔ کیونکہ استعارہ دراصل تشبیہ میں مبالغہ دینا ہوتا ہے۔ یعنی مشبہ کو عین مشبہ بہ بنا لینا اسلئے اُن صفتوں کا ذکر کرنا جو ملائمات مشبہ بہ ہوں اس مبالغہ کی تقویت کرتا ہے۔

استعارہ کبھی بر سبیل تمثیل بھی واقع ہوتا ہے۔ جیسے کسی متردد شخص کو کہا جائے کہ انی اریك تقدم رجلا وتؤخر اخری (یعنے میں تجھے ایک پاؤں آگے رکھتے دیکھتا ہوں اور دوسرا پیچھے) یا ے خردان تیرہ گشت الحق مرا گفتا کہ با من ہم بگز مہتاب پیمائی بگل خورشید اندائی (چاند کو گز سے ناپنا اور سورج کو کیچڑ سے لیپنا استعارہ ہے کار بیہودہ سے) صاحب تلخیص نے اس استعارہ کا نام مجاز مرکب کہا۔

استعارہ بالکنایہ

ذکر کرنا مشبہ کا ساتھ ارادے مشبہ بہ کے ساتھ نصب قرینہ کے۔ اور وہ قرینہ استعارہ تخییلیہ ہوگا۔ اور استعارہ تخییلیہ وہ ہے کہ مشبہ مذکور کے ساتھ مشبہ بہ محذوف سے چند چیزیں جو اسکی لوازمات ہوں ذکر کریں۔ الغرض۔ ذکر کرنے مشبہ اور حذف کرنے مشبہ بہ کو ہی "استعارہ بالکنایہ" کہتے ہیں۔ اور ثابت رکھنا لوازم مشبہ بہ محذوف کو واسطے مشبہ مذکور کے استعارہ تخییلیہ۔ اور یہ تین قسم پر آتا ہے (۱) جو لوازم مشبہ بہ سے مخصوص ہوں اُنکو مشبہ کے لئے ثابت کرنا یہ تین حالتوں سے باہر نہیں (الف) قوام مشبہ بہ کا ساتھ اُسکے ہو (ب) یا تکمیل مشبہ بہ کی اس پر موقوف ہو (ج) یا قوام اور تکمیل میں کوئی دخل نہ رکھتا ہو۔

مثال اول ع۔ "فلسان حالی بالشکایۃ انطق" (میری زبان حال شکایت کو خوبتر بیان کرتی ہے)۔ اس میں حال کو شخص متکلم سے تشبیہ دی ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔ اور اثبات زبان کا جو کہ قوام متکلم کا ساتھ اُسکے ہے استعارہ تخییلیہ۔ مثال دیگر ے علما جملہ ہرزہ می لافند، دین بر پائے ہر کسے بافند اسمیں دین کو حریر سے تشبیہ دی۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور "بر پا بافتن" جو حریر کا لازم مقوم ہے استعارہ تخییلیہ۔

مثال حالت دوم۔ مخالب المنیۃ نشبت بفلان (پنجہ مرگ فلاں فلاں شخص میں گڑ گیا) اسمیں مرگ کو درندہ سے تشبیہ دی گر درندہ کا (جو کہ مشبہ بہ ہے) ذکر نہیں کیا۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔ اور ناخن (پنجہ) جو کہ درندہ کے لئے مخصوص ہے موت کیواسطے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے۔

مثال حالتِ سوم۔ زمامُ الحکم فی یدِ الفلان۔ اس میں تشبیہ حکم کی ساتھ اونٹنی کے استعارہ بالکنایہ ہے
اور اثبات زمام کا جو کہ لازم غیر مقوم مشبہ بہ کا ہے واسطے مشبہ کے لانا استعارہ تخییلیہ۔ (ایضاً) ؎
ہیہات را دو مرغِ آشیانہ مکن ؎ خاطرت را محال خانہ مکن ؎ (جان کو مرغ سے تشبیہ دی۔ یہ استعارہ
بالکنایہ ہے اور اثبات آشیانہ کا جو کہ لوازم غیر مقومہ مشبہ بہ سے ہے استعارہ تخییلیہ۔

مجاز مرسل وہ لفظ جو کہ معنے غیر موضوع لہٗ میں استعمال کیا جائے اور اسکے حقیقی اور مجازی معانی کے درمیان تشبیہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو تشبیہ نہ ہو۔ جیسا کہ:۔
فلانی دریں کار دستے دارد۔ (فلاں شخص اس کام میں قدرت رکھتا ہے) اسجگہ علاقہ حال کا ساتھ محل کے ہے کیونکہ دست (ہاتھ) محل ظہور قدرت کا ہے۔

علاقہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ فصحاء سے منقول ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ سند کے لئے فصحاء کے اقوال نقل کئے جائیں۔ والمجاز موضوع بالوضع النوعی لا بالوضع الشخصی کا یہی مطلب ہے۔

مجاز مرسل کے علاقوں کی بہت قسمیں ہیں بعض کا اسجگہ ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً:۔

اول تسمیۃ الکل باسم الجزء ؎ عشق را چو بود دل را کاں ؎ شرع را دیدہ بود دیں را جاں ؎
(مقصود بالتمثیل لفظ دیدہ ہے جو کہ معنے پاسباں میں لایا گیا ہے)۔

دوم تسمیۃ الجزء باسم الکل۔ کقولہ تعالیٰ یَجعلُونَ اَصَابِعَھُم فِی اٰذَانِھِم (اپنی انگلیاں کانوں میں کرتے ہیں) مراد اصابع سے انامل (پورے) ہیں جو اصابع کی جزو ہیں۔

سوم تسمیۃ المسبب باسم السبب " مثلاً رعینا الغیث (چرائیدیم سبزہ) مراد غیث سے انگوری سبزہ کی ہے اور لغت میں غیث بارش کو کہتے ہیں۔ جو سبزہ کے اُگنے کا سبب ہے۔ ؎ از خوردگشتہ سیر جمیع ابنِ آدم سست ؎ دونان ز بدن رکوع ابنِ آدم ؎ (سیر ہونے سے مراد بیزار ہوتا ہے۔ اور سیری غذا سے بیزاری کا سبب ہے)۔

چہارم تسمیۃ السبب باسم المسبب " کقولہم۔ امطرت السماء نباتاً (آسمان نے انگوریاں برسائیں) نبات اسجگہ بارش مراد ہے جو کہ نبات (انگوری) اُگانے کا سبب ہے۔ ؎ سرد و گرم زمانہ ناخوردہ ؎ نرسی بر در سرا پردہ ؎ (سرد اور گرم سے مراد انقلاب ہے، اور انقلاب سبب ہے گرمی اور سردی کا)۔

۵۔ "تسمیہ شے باسمیکہ در زمان ماضی میبداشت"۔ کقولہ تعالیٰ۔ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ (یتیموں کو انکے مال دیدو)
یتیموں کو بعد بالغ ہونیکے مال دیا جاتا ہے باوجودیکہ اسوقت یتیم نہیں بلکہ بالغ ہوتے ہیں۔ ایضاً ؎
حمد بیحد مر خدائے پاک را ÷ آنکہ ایماں داد مشت خاک را ÷ (جسم وجود میں آنے سے پہلے خاک تھا ایمان کیوقت جسم ہے)
۶۔ "تسمیہ شے باسمیکہ در زمان مستقبل خواہد بود"۔ کقولہ تعالیٰ۔ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا (میں خود کو شراب
نچوڑتے دیکھتا ہوں) خمر سے مراد شیرۂ انگور ہے جو بعد میں خمر بنتا ہے۔
۷۔ "تسمیۂ شے باسم محل او"۔ کقولہ تعالیٰ۔ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ (مراد اہل نادیہ ہے)۔
۸۔ "تسمیہ محل باسم حال او"۔ کقولہ تعالیٰ وَاَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ (مراد
رحمت سے جنت ہے جو محل ہے رحمت کا)۔
۹۔ "تسمیہ شے باسم آلہ آں شے"۔ کقولہ تعالیٰ۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ (لسان
سے مراد ذکر جمیل ہے اور لسان (زبان) آلہ ہے ذکر جمیل کا) ؎ متوسط میان صورت وہوش ÷
شدہ زیں سو زبان وزاں سو گوش ÷ (نفس کلی عقل سے استفادہ کرتی ہے اور اجسام پر اس فائدہ کو ظاہر
کرتی ہے۔ زبان آلہ ہے اداءِ سخن کا اور کان آلہ ہیں اس سے فائدہ حاصل کرنیکے)۔

بیان کنایہ کا

کنایہ لغت میں ترک تصریح کو کہتے ہیں۔ جیسے کنیت بکذا اذا ترکت التصریح۔
اور اصطلاح میں اس لفظ یا عبارت کو کہتے ہیں کہ جسکے لازم معنے کا ارادہ کیا جائے
ساتھ جواز معنے ملزوم کے۔ برخلاف مجاز کے۔ کیونکہ مجاز میں عدم ارادہ ملزوم کا شرط ہے (جیسا مجاز کی بحث میں گذرا)
کنایہ تین قسم ہے۔ ۱۔ مقصود کنایہ سے فقط ذات موصوف کی ہو۔ ۲۔ مطلوب کنایہ سے ایک صفت ہو
منجملہ صفات کے (مراد صفت سے معنے قائم بغیر ہیں نہ کہ صفت نحوی)۔ ۳۔ غرض کنایہ سے اثبات کسی صفت کا
ہو منجملہ صفات موصوف کے یا نفی صفت کی موصوف سے۔

۱۔ قسم اول دو طرح پر آتا ہے۔ قریب وبعید۔ قریب وہ ہے کہ ایک ایسی صفت کو بیان کیا جائے جو
کسی خاص موصوف سے متعلق ہو اور مراد اس صفت سے ذات موصوف ہو جیسے ؎ آسماں کوہ زہرہ آفتاب کاں ضمیر
آنت ہر چہ آفتاب از کوہ وکاں انگیختہ ÷ (جس چیز کو آفتاب نے کوہ وکان سے انگیختہ کیا وہ جواہر ہیں)۔

بعید وہ ہے کہ چند اوصاف کا جو من حیث المجموع کسی موصوف سے مختص ہوں ذکر کیا جائے اور مقصود اس مجموعہ سے ذات موصوف ہو۔ جیسا کہ انسان سے کنایہ کر کے کہیں حیٌ مستوی القامۃ عریض الاظفار (یہ اوصاف فرداً فرداً تو مختص بالانسان نہیں لیکن من حیث المجموع مختص ہیں انسان سے)۔

۲۔ دوسری قسم کنایہ کی وہ ہے جس سے صرف نفس صفت مطلوب ہو نہ ذات موصوف۔ اور یہ قسم بھی دو طرح پر ہے۔ قریب و بعید۔ قریب وہ ہے کہ انتقال ذہن کا لازم سے ملزوم کی طرف بے وسائط کے ہو پھر اس قریب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ کنایہ اسمیں واضح ہو۔ دوسرا یہ کہ کنایہ اسمیں مخفی ہو۔ مثال اول طویل النجاد (جو کنایہ ہے طویل القامۃ سے)۔ مثال دوم۔ عریض القفا (کنایہ ابلہ سے ہے اور یہ علم قیافہ سے معلوم ہوتا ہے۔ بعید اس قسم سے وہ کہ انتقال لازم سے ملزوم کی طرف واسطہ سے حاصل ہو۔ جیسے مہمان دوست کو کثیر الرماد کہتے ہیں۔ مثال دیگر ؎ بزرگی بایدت دل در سخا بند ۔ سر کیسہ بہ برگ گندنا بند (ترہ تیزک)

۳۔ تیسری قسم کنایہ کی جس سے غرض اثبات کسی صفت کا موصوف کے لئے یا نفی کسی صفت کی موصوف سے ہو جیسے ؎ ان السماحۃ والمروۃ والندیٰ ۔ فی قبۃ ضربت علی ابن الحشرج (ارادہ شاعر کا اوصاف مذکورہ ممدوح میں ثابت کرنا ہے)

واضح رہے کہ کنایہ متفاوت ہوتا ہے بحسب تعریض تلویح۔ رمز ایما اشارت کے پس اگر مقصود کنایہ سے موصوف غیر مذکور ہو تو اسکو تعریض کہینگے۔ جیسا کہ مسلمان کو اذیت پہونچانے والے کی تعریض میں کہا جائے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ (عرضہ کے معنے جانب کے ہیں۔ اور تعریض میں بھی اشارہ اور طرف ہوتا ہے اور مراد کچھ اور ہی ہوتی ہے)۔

اور اگر کنایہ کثیر الوسائط ہو۔ یعنے انتقال لازم سے ملزوم کی طرف کئی واسطوں سے ہو تو اسکو تلویح کہینگے اور اگر کثیر الوسائط نہ ہو مگر اسکے لزوم میں نوع خفا ہو۔ جیسے عریض القفا تو اسکو رمز کہیں گے۔ اور اگر کثرت وسائط اور خفا موجود نہ ہو تو اسکو ایما و اشارت کہینگے۔ (تلویح کے معنے ہیں دور سے اشارت کرنا۔ اور رمز کے معنے نزدیک سے اشارہ کرنا بسبیل خفا ابرو یا لب سے)۔

ارباب بلاغت کے نزدیک مجاز اور کنایہ حقیقت اور تصریح سے بلیغ تر ہے۔ اور استعارہ تشبیہ سے قوی تر۔ مجاز اور کنایہ کے بلیغ تر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ مجاز میں ملزوم سے لازم کی طرف انتقال کرتے ہیں۔

جیسا کہ "آفتابے را دیدم" اور مراد معشوق ہو۔ یہ بلیغ ہے اس سے کہ کہا جائے "معشوق را دیدم"۔ کیونکہ پہلا دعویٰ باشہادت ہے، اور دوسرا بلاشہادت۔ اور وجہ قوی تر ہونے استعارہ کی تشبیہ سے یہ ہے کہ وجہ شبہ مشبہ بہ میں مشبہ سے اعلیٰ ہونی چاہئے۔ چنانچہ استعارہ میں مشبہ بہ کو عین مشبہ بنالیتے ہیں کہ تشبیہ کا اسمیں شائبہ نہیں رہتا۔ اور قرینہ عدم ارادہ مشبہ بہ کا استعارہ میں لازم ہے پس یہ بھی حکم دعویٰ باشہادت کا ہوا۔ (فافہم۔ وباللہ التوفیق)

علمِ بدیع

علمِ بدیع وہ علم ہے جس سے بطور صنائع بدائع کے محسنات کلام معلوم ہوں۔ صنائع بدائع دو قسم ہیں۔ لفظی اور معنوی۔ اول بدائع معنوی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور وہ کئی ہیں:۔

۱۔ "صنعت طباق یا تضاد و مطابقہ"۔ اور وہ یہ ہے کہ دو متضاد معنے کلام میں ذکر کئے جائیں خواہ وہ معنے اسم ہوں یا فعل و حرف۔ یا ایک فعل اور ایک حرف وغیرہ۔ اور ہر ایک انمیں سے بطریق ایجاب واقع ہو یا سلب کے

مثال اسم باسم۔ قولہ تعالیٰ۔ تَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُودٌ یا یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ۔ ؎ صحبتش را مزاج سحرِ حلال ؛ دگر نش خوص ببنت حرام ؛ (ایقاظ رقود۔ حی میت۔ حلال و حرام میں تضاد ہے اور سب اسم ہیں)

مثال فعل بافعل قولہ تعالیٰ۔ یُحْیِی وَیُمِیتُ ؎ چو خیزد شعلہ تیغت نشیند آب بر آتش ؛ چو خندد ساغرِ بزمت بگرید آب بر دریا ؛ (یحیی و یمیت۔ خیزد و نشیند۔ خندد و بگرید سب فعل ہیں اور باہمی متضاد ہیں)۔

مثال حرف باحرف قولہ تعالیٰ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؎ مالِ دنیا میشود وزر و وبال صاحبش ؛ آنچہ از خود بیشمار ی بر تو باشد ہوشدار ؛ (آیۃ میں لَهَا کا لام اور عَلَیْهَا کا علیٰ حرف ہیں اور باہمی متضاد بھی اور شعر میں از و بر۔ علیٰ ہذا القیاس)۔

عناصر اربعہ کا ایک جا ذکر کرنا بھی از قبیل صنعتِ طباق کے ہے۔ جیسے ؎ چو باد از آتشم تا کے گریزی ؛ نہ من خاکِ توام آبم چہ ریزی ؛

مثالِ طباق سلبی ؎ ز سوزِ عشق بہتر در جہاں چیست ؛ کہ بے او گل نخندید ابر نگریست ؛

تدبیج بھی صنعت طباق کی ایک قسم ہے جسمیں رنگ یا مدح و ذم کے معنے ہوں۔ جیسے ؎
ز شمشیر او لعل جائے کمیں ٭ ز زر کفش زر روئے زمیں

ایہام تضاد بھی طباق کی قسم ہے۔ یعنی دو غیر مقابل معنوں کو دو لفظوں سے تعبیر کریں ؎
شب وصل تو بپایاں آمد ٭ صبح بغنود و من بیگریم ٭ (نشان زدہ الفاظ مقصود بالذات ہیں)۔

مقابلہ بھی از قبیل صنعت طباق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دو یا زیادہ معانی کو جو باہم متفق ہوں پہلے ذکر کریں اور بعد ازاں انکے متقابل و متضاد کو اسی ترتیب سے لائیں ؎ مخالفان تو مردود چوں جواب خطا ٭ موافقان تو مقبول چوں سوال صواب (مخالف موافق اور مردود مقبول اور جواب سوال اور خطا و صواب میں تضاد صاف ہے)۔

۲۔ صنعت مراعاۃ النظیر یا "تناسب و توفیق"۔ اور وہ یہ ہے کہ کلام میں چند ایسی چیزیں جمع کریں جو باہمی نسبت رکھتی ہوں اور یہ نسبت تضاد و تقابل کے علاوہ ہو ؎ چو از زاغ کماں گر دعقاب تیر او پر ٭ شود بوم وجود شوم دشمن جفت با عنقا

"ایہام تناسب" بھی منجملہ مراعاۃ النظیر کے ہے۔ ایہام تناسب یہ ہے کہ دو معنوں کو دو لفظوں سے بیان کریں اور ان دو لفظوں میں سے ایک لفظ دو معنے رکھتا ہو اور اسکے دوسرے معنے جو غیر مقصود ہوں لفظ اول کے معنے سے تناسب رکھتے ہوں کقولہ تعالیٰ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ (شمس و قمر اور نجم و شجر میں تناسب ظاہر ہے)

دیگر ؎ کسے در عاشقی ہم پیشہ را چوں من نمیخواہد ٭ خورم گر آب شیریں بیا دم کوہکن آید ٭

۳۔ صنعت مشاکلہ۔ کسی چیز کو اسکے غیر موضوع لفظ سے ذکر کرنا بہ سبب وقوع اس چیز کے لفظ غیر کی صحبت میں کقولہ تعالیٰ۔ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ اور وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ (اس موقعہ پر عذاب کو ساتھ لفظ سیئہ اور مکر کے تعبیر فرمایا)

دیگر ؎ لب سوال سزاوار بخیہ بیشتر است ٭ عبث بخرقہ خود بخیہ میزند درویش ٭ (صنعت لفظ بخیہ میں ہے)

۴۔ صنعت مزاوجت۔ ایسے دو معنے جو شرط و جزا میں واقع ہوں اور جو معنی امر اول پر مرتب ہو وہی دوسرے پر بھی جیسے ؎ چوں مرا بینی شود لطفت مبدل با عتاب ٭ چوں ترا بینم شود صبرم بدل با اضطراب ٭

۵۔ صنعت ارصاد یا "تسہیم"۔ نظم یا نثر میں وہ لفظ لائیں جس سے معلوم ہو کہ اسکے آخر میں بھی یہی لفظ آئیگا اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب پہلے اس فقرہ و شعر کا علم ہو ورنہ محال کقولہ تعالیٰ۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ دیگر ؎ چوں آستاں مقیم شود بخت ٭ ہر کو چو بخت روئے بریں آستاں نہاد ٭

۶۔ صنعتِ عکس یا "تبدیل"۔ کلام میں ایک جزو کو مقدم لانا۔ پھر مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کرنا۔ قولہ تعالیٰ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ۔ دیگر ؎ دلے دارم ہمیشہ ہمدمِ غم ؛ و غمے دارم ہمیشہ ہمدمِ دل ؛ دیگر رباعی
ازبسکہ شکستہ باز بستم توبہ ؛ فریاد ہمی کنند ز دستم توبہ ؛ دیروز بہ توبہ شکستم ساغر ؛ امروز بساغرے شکستم توبہ ؛

۷۔ صنعتِ رجوع۔ ایک بات کہکر کسی نکتہ کے باعث اُس سے انکار کرکے دوسری نکتہ آمیز کلام کریں ؎
آسمانی۔ نے کہ ثابت رائے نبود آسماں ؛ آفتابی۔ نے کہ زائد نور نبود آفتاب (مطلوب واضح ہے)۔

۸۔ صنعتِ توریہ یا "ایہام"۔ اُس صنعت کو کہتے ہیں کہ کلام میں ایسا لفظ لایا جائے جسکے دو معنے ہوں ایک قریب دوسرا بعید۔ اور مقصود معنی بعید ہوں ساتھ قرینہ خفیہ کے۔ ایہام دو قسم ہے مجردہ اور مرشحہ۔ ایہام مجردہ وہ ہے کہ مناسبات معنے قریب غیر مراد کو کلام میں ذکر نہ کریں کقولہ تعالیٰ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (استوٰی سے مراد استیلا ہے اور یہ معنی بعید ہے)۔ ایہام مرشحہ وہ ہے کہ مناسبات معنے قریب غیر مقصود کو ذکر کریں کقولہ تعالیٰ۔ وَالسَّمَاءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ (مراد لفظ اَید سے قدرت ہے، اور یہ معنی بعید ہے اور معنی قریب غیر مقصود اسکا ید ہے اور لفظ بَنَیْنٰا اُسکے مناسب ہے)۔

۹۔ صنعتِ استخدام جس لفظ کے دو معنے ہوں اسکو کلام میں لاکر ایک جگہ تو اسکے ایک معنے مراد لیں اور دوسری جگہ اُسکی طرف راجع ضمیر سے دوسرے معنے۔ جیسے ؎ تا بہ بزمِ خویش مارا دادہ است آں سرو بار ؛ از نہالِ قامتش آنرا شدیم امیدوار ؛ (لفظ بار کے پہلی مقام پر حضوری کے معنے ہیں اور دوسری جگہ ضمیر آں سے مراد ثمر ہے)

۱۰۔ صنعتِ لف ونشر۔ اول چند چیز کا مفصل یا مجمل ذکر کریں بعد ازاں ہر ایک کا منسوب بلا تعیین لائیں ایسے طریق پر کہ سامع ہر منسوب کو اُسکے صاحب کیطرف پھیر سکے۔

لف ونشر مفصل دو قسم ہے۔ مرتب اور غیر مرتب۔ مرتب وہ ہے کہ ترتیب نشر کی مطابق ترتیب لف کے ہو ؎ جود و جلالِ دمبنر و طبع و کفِ او ؛ ابر و فلک و اختر و دریا و مطر است ؛

لف ونشر غیر مرتب وہ ہے کہ ترتیب نشر کی ترتیب لف کے مخالف ہو ؎ دل را فراغ میدہد و دیدہ را فروغ ؛ دیدارِ آفتاب و شانِ شرابِ صبح ؛ (فروغِ دیدہ کا تعلق دیدار سے ہے اور فراغِ دل کا شرابِ صبح سے)۔

لف ونشر مجمل۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ۔

ؔ سر بریدہ دو نوک خامۂ او ٭ خیر و شر است دور و دربان اوست ٭

۱۱۔ **صنعت جمع**۔ چند چیز کو ایک حکم کی تحت میں جمع کرنے کو صنعت جمع کہتے ہیں کقولہ تعالے

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؔ نشاید یافتن در ہیچ برزن ٭ وفا در اسپ و در شمشیر و در زن ٭

۱۲۔ **صنعت تفریق**۔ ایک نوع کے دو کاموں میں فرق کرنیکو کہتے ہیں ؔ زیں چکد آب زاں ببارد خون ٭ مژہ من کجا و ابر بہار ٭ (ابر بہار اور مژہ میں پانی ٹپکنے اور خون برسنے کا فرق بتایا ہے)۔

۱۳۔ **صنعت تقسیم**۔ اول چند چیز (یا ایک چیز ذو الاجزاء) کو ذکر کریں۔ بعد ازاں ہر جزو کو متعین کر کے اُن چیزوں سے منسوب کریں۔

(لف و نشر اور تقسیم میں یہ فرق ہے کہ لف و نشر میں تعیین نہیں ہوتی اور تقسیم میں تعیین ہوتی ہے)۔

ایک قسم صنعت تقسیم کی یہ بھی ہے کہ چیزوں کا حال بقید انکی مناسبات کے ذکر کریں۔ ؔ

بنانِ اوست در بخشش سنانِ اوست در کوشش ٭ لقائے اوست در مجلس لوائے اوست در میداں

یکے ارزاق را باسط دوم ارواح را قابض ٭ سعادت را سیم سرمایہ چارم فتح را برہان ٭

(دستِ کرم کو ارزاق سے۔ نیزہ کو قبض ارواح سے۔ ملاقات کو سعادت سے اور علم کو فتح سے مناسبت ہے)

ایک قسم صنعت تقسیم کی یہ بھی ہے کہ اقسام کسی چیز کو استیفا پر شمار کریں۔ ؔ

پیوستہ دشمنانِ تو زیں گونہ مستمند ٭ یا کشتہ یا گریختہ یا بستہ در حصار

ؔ اکنوں کہ تنہا دیدمت لطفا رنہ آزارے بکن ٭ تلخی بگو سنگے بزن تیغے بکش کارے بکن

۱۴۔ **صنعت جمع و تفریق**۔ وہ ہے کہ چند چیز کو ایک حکم کے تحت میں داخل کریں اور بعد ازاں فرق بتائیں۔

ؔ من و تو ماثلیم اے شیخ ٭ تو بمحراب و من بابروئے یار (مائل ہونے میں تو متفق ہیں مگر محراب اور ابروئے یار فرق ہے)

۱۵۔ **صنعت جمع تقسیم**۔ وہ یہ کہ اول چند چیز کو ایک حکم کے تحت میں جمع کریں بعد ازاں ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کریں ؔ بے تو چو شمع کردہ ام گریہ و خندہ کار خود ٭ خندہ بروز دل کنم گریہ بروزگار خود ٭

۱۶۔ **جمع۔ تفریق۔ تقسیم**۔ ان تینوں کو کلام میں جمع کرنا دقت سے خالی نہیں۔ ؔ

آنکس نیست چوں لم تنج دوست ٭ آں بعشق ایں بحُسن شیریں کار

آتش من ذخیرهٔ دود است ؛ آتش اوست مایهٔ انوار

(مصرعۂ اول جمع پر مشتمل ہے اور دوسرا تفریق پر۔ اور شعر دوم تقسیم کا پتہ دیتا ہے)۔

۱۷۔ صنعتِ تجرید۔ کسی وصف والی شے سے ویسی ہی دوسری شے کا انتزاع کریں۔ اور اس انتزاع کا فائدہ اسکی صفت کا کمال ثابت کرنا ہو۔ جیسے ؎ اے بدریائے عقل کردہ شناوری ؛ وز بد و نیک ایں جہاں آگاہ ؛ (دریائے عقل میں شناوری کرنا کمالِ عقل کو ثابت کرتا ہے)۔

۱۸۔ مبالغہ مقبول۔ کسی چیز کو وصف کے کمال میں یا ضعف میں اُس حد تک پہونچانا کہ اُسکے آگے کوئی درجہ نہ رہے۔ اور سامع اُس حد تک کمال یا ضعف کو گمان میں نہ لائے۔

مبالغہ کے تین قسم ہیں۔ تبلیغ۔ اغراق۔ غلو۔

۱۔ تبلیغ یہ کہ ادعا مذکور از روئے عقل اور عادت کے ممکن ہو۔ ؎ چناں دارم ایں راز را روز و شب ؛ کہ با جاں بود گر برآید ز لب ؛ (یعنی جب تک جان ہے یہ راز افشا نہ کروں گا)۔

۲۔ اغراق۔ وہ یہ کہ ادعا مذکور از روئے عقل کے ممکن اور از روئے عادت کے محال ہو ؎

مارا بکامِ خویش بدید و دلش بسوخت ؛ دشمن کہ ہیچگاہ مبادا بکامِ ما ؛

۳۔ غلو یہ ہے کہ از روئے عقل اور عادت دونوں کے ادعا مذکور ناممکن ہو ؎

واخفت اهل الشرك حتى انه ؛ لتخافك النطف التي لم تخلق

(یہاں تک اہل شرک کو ڈرایا کہ نطفے غیر مخلوقہ بھی ڈر گئے) نطفہ بے جان کا ڈرنا عقل اور عادت دونوں کے خلاف ہے اور محض ناممکن۔

۱۹۔ صنعتِ مذہب کلامی۔ یہ کہ کلام دلیل اور برہان پر مشتمل ہو۔ اور وہ دو قسم ہے۔ کلامی اور فقہی۔ مثال کلامی۔ قولہ تعالیٰ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (یعنے زمین و آسمان میں فساد نہ ہونا اسبات کی دلیل ہے کہ خدا ایک ہے)۔

مثال فقہی۔ رباعی۔ گفتم کہ ز خوردنی دل من نیست پدید ؛ اندوہ بزرگ تو در و چوں گنجید ؛ گفتا کہ دل بدیدہ باید نگرید۔ خرد است بدو بزرگہا نتواں دید ؛ (یہاں دل کو دیدہ (آنکھ) سے قیاس کیا)۔

۲۰۔ صنعت حسن تعلیل۔ کسی صفت کے لئے ایک شے کو علت ٹھہرائیں در حقیقت وہ اصلی علت نہ ہو ؎
تا چشمِ تو ریخت خونِ عشاق ؛ زلفِ تو گرفت رنگِ ماتم ؛ (سیاہی زلف کی تو ثابت ہے مگر اسکی علت بظاہر معلوم نہیں۔ شاعر نے "کشتنِ عشاق" کو قرار دیا ہے)

۲۱۔ تاکید المدح بما یشبہ الذم۔ وہ ہے کہ تعریف کی تاکید میں ایسے الفاظ استعمال کریں جنسے بظاہر ہجو معلوم ہو اور غور کے بعد ممدوح کی کمال تعریف ؎ وَلَا عَیْبَ فِیْهِمْ غَیْرَ اَنَّ سُیُوْفَهُمْ ؛ بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِّنْ قِرَاعِ الْکَتَائِبِ (ممدوح کی دلاوری کی مدح کیگئی ہے)۔

۲۲۔ تاکید الذم بما یشبہ المدح۔ یہ کہ ذم کی تاکید میں ایسے الفاظ لائے جائیں کہ بظاہر تو ان سے مدح پائی جائے مگر بعد غور کے بغایت مذمت ثابت ہو ؎ ہمیشہ خصم تو در سایۂ ہما بود ؛ زبسکہ بر سرش از بہر استخوان آید

۲۳۔ صنعت استتباع۔ کسی شخص کی اس طریق پر مدح کیجائے کہ اُسکے بعد ایک اور مدح آجائے ؎
بختِ تو چو نامِ باسعادت ؛ روزِ تو چو روئے تو منور ؛ (سعادتِ بخت مدح اول اور سعادتِ نام مدح ثانی۔ اسیطرح روز منور مدح اول اور روئے منور مدح ثانی)۔

۲۴۔ صنعت ادماج وہ ہے کہ ایک کلام سے دو معنے حاصل ہوں ؎ زبانِ آں لبِ شیریں کی وسخن کی نمیدانم ؛ چہ خوش بودے اگر بودے زبانش در دہانِ من ؛ (یعنی زبانِ من ہم زبانِ آں بودے تا سخنش فہمیدمے)۔
استتباع اور ادماج میں فرق صرف یہ ہے کہ استتباع مدح سے مخصوص ہے اور ادماج عام ہے اور ایہام اور ادماج میں یہ فرق ہے کہ ایہام میں کوئی لفظ ذو معنے لاتے ہیں اور ادماج میں مجموعہ کلام مفید دو معنے کو ہو۔

۲۵۔ صنعتِ توجیہ یا محتمل الضدین۔ وہ ہے کہ کلام میں دو وجہیں موجود ہوں۔ ؎
زہرِ محض است عیشِ شیرینم ؛ خونِ صرف است بادۂ نابم

۲۶۔ الھزل الذی یراد بہ الجد (نصیحت) کلام تمسخر سے کیجائے مگر مراد اُس سے نصیحت ہو ؎
از آخر کارِ عالم اندیشہ کنید ؛ اے شور کناں زماتم اندیشہ کنید
با قحبۂ دُنیا مکنید آمیزش ؛ از آتشکِ جہنم اندیشہ کنید

۲۷۔ تجاہلِ عارف۔ وہ ہے کہ جس چیز کا علم ہو کسی نکتہ کے سبب لاعلمی ظاہر کرنا ؎

۲۸- قول بالموجب وہ ہے کہ کلام سے ایسے معنے مراد لئے جائیں جو خلافِ مرادِ قائل ہوں۔ ؎
زدستی گوئی نہ از دل میکنی ؎ راست میگوئی کہ از جاں میکنم

۲۹- اطراد یا اطرائے وہ ہے کہ کلام میں ممدوح اور اسکے آباؤ اجداد کو بالترتیب ذکر کریں۔ شروع اول سے کریں یا آخر سے ؎ الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم ؎ یوسف علی بن یعقوب ابن اسحٰق ابن ابراہیم ؏

۳۰- تعجب۔ یہ کہ کلام پر کسی فائدہ یا غرض کے لئے تعجب کریں ؎ ای عجب شمشیر خسرو از چہ سبزہ رنگ شد ؎ چوں ہمہ سالہ زخونِ لعل بیسازد خورش ؎ (مراد خونریزی شمشیر ممدوح کی ہے)۔

۳۱- اعتراض یا حشو۔ وہ ہے کہ کلام کے تمام ہونے سے پہلے ایسا لفظ استعمال کریں کہ اسکے بغیر بھی مقصود پورا ہو۔ اور وہ تین قسم ہے۔ حشو ملیح[1]۔ حشو قبیح[2]۔ حشو متوسط[3]۔

مثال حشو ملیح ؎ گر بخندم واں پس از عمر بیست گوید زہر خند ؎ ور بگریم واں بہر روز بیست گوید خونگرے ؎
لفظ "پس از عمر بیست" اور "بہر روز بیست" ہر دو مصرعہ میں حشو ملیح ہے کیونکہ کلام بغیر اسکے بھی تمام ہے۔

مثال حشو قبیح ؎ گرمے نرسم بخدمت معذورم ؎ زیرا کہ رمد چشم و صداع سرم است ؎

مثال حشو متوسط ؎ رشتہ ترا کہ یوسف مصری غلام اوست ؎ آئینہ بندہ ایست کہ شہ از نام اوست ؎
یہاں "یوسف مصری غلام اوست" حشو متوسط ہے۔ (بدائع معنوی ختم ہوئے)

صنائع لفظی

۱- صنعت تجنیس۔ یعنے تشابہ دو لفظوں کا تلفظ میں اور تغایر معنے میں۔ صنعت تجنیس کئی قسم ہے۔ اول

۱- تجنیس تام۔ وہ یہ کہ دونوں لفظوں کے حروف نوع عدد ہیئت اور ترتیب میں متفق ہوں پھر اگر دونوں لفظ ایک نوع سے ہوں (یعنے دونوں اسم یا فعل یا حرف) تو تجنیس مماثل کہلاتی ہے کقولہ تعالیٰ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ۔ ساعۃ اول کے معنے قیامت اور دوسرے کے وقت قلیل اور تشابہ لفظاً موجود ہے۔ ایضاً ؎ ایں بہین مراست جانشے بہیں ؎ واں بسیار مراست غیر بسیار۔ (بہین اول معنی دایاں ہاتھ اور بہین دوم یعنے قسم، بسیار اول بایاں ہاتھ اور بسیار دوم بمعنی کثرت)

۲- تجنیس مستوفی۔ دو متجانس لفظوں میں ایک فعل ہو اور ایک اسم ؎ مدامت عیش از مدار چرخ دوار ؎ [illegible]

(مدار اول اسم مکان ہے اور مدار دوم صیغۂ فعل نہی۔ اور تجنیس لفظاً ظاہر ہے حاجت بیان نہیں)۔

۳۔ **تجنیس مرکب**۔ دو متجانس لفظوں میں ایک مفرد اور ایک مرکب ہو۔ پس اگر کتابت میں دونوں لفظ موافق ہوں تو اسکو تجنیس مرکب متشابہ کہینگے۔ مثلاً ؎ بدریا بسوزد دل خیزراں ٭ چو زد بر سمند رشک خیزراں

اور اگر کتابت میں دونوں لفظ موافق نہ ہوں تو تجنیس مرکب مفروق کہینگے۔ مثلاً ؎

نہ ہمای و نیست ظل ہما ٭ جز دو زلف تو دام ظلہما ٭ (ظل ہما اول کا معنے۔ ایۂ ہما۔ اور ظلہما ثانی بمعنے سایۂ ہر دو زلف۔ اور کتابت میں غیر موافق ہیں)۔

۴۔ **تجنیس مرفوع**۔ ایک جزو ایک کلمہ کی اور دوسری جزو دوسرے کلمہ کی ملانے سے مجانست پیدا ہو ؎

ولا تلہ عن تذکار ذنبک وابکہ ٭ بدمع یضاہی الوبل حال مصابہ

ومثل لعینک الحمام ووقعہ ٭ وروعۃ لقاہ ومطعم صابہ

(لفظ مصابہ اور مطعم صابہ میں تجانس ہے مطعم کا میم ثانی صابہ سے ملا کر پڑھا تو مصابہ ہوا)۔

۵۔ **تجنیس محرف**۔ دونوں متجانس الفاظ ہیئت حروف میں تو مختلف ہوں لیکن نوع عدد اور ترکیب میں متفق ہوں ؎ از کوئے تو چوں باد بر آشفتم و رفتم ٭ گردے ز دل مدعیاں رُفتم و رَفتم۔

۶۔ **تجنیس ناقص یا زائد**۔ وہ ہے کہ کلمہ کے اول یا آخر یا وسط میں کوئی حرف زائد ہو۔ مثال ؎

با شکوہ کوہ حلمت ابر گریاں بر جبال ٭ با وجود جود دستت ابر خنداں بر سحاب ٭ مثال زائد در آخر ؎

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن ٭ آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن ٭ مثال زائد در وسط کلمہ ؎

ز مشرق چو کرد برق نور آشکار ٭ خندہ زد اندر ہوا برق او برق وار۔ اور جسکے آخر میں حرف زائد ہو اسکو تجنیس مطرف بھی کہتے ہیں۔ اور اگر آخر میں دو حرف زائد ہوں تو اسکو تجنیس مذیل کہینگے ؎

کفار۔ و باج از قاہرہ درخواستند ٭ دامغ اشرار و گرد از دامغاں انگیختند ٭

۷۔ **تجنیس مضارع**۔ الفاظ متجانس نوع حروف میں مختلف ہوں لیکن وہ حروف قریب المخرج ہوں۔ یہ حروف کلمہ کے اول ہونگے یا وسط یا آخر میں۔ مثال ہر یک بالترتیب درج ہے ؎ جامی باز ترہات ابنہ زبان

طامات میگو بدست ہر چہ باشد رت در بار در طریق مشتاق ٭ راہ میزند مطرب ... ساقی ٭

ع باطنِ تو حقیقتِ دلِ تست ٭ آنچه جز باطنِ تو باطل تست ٭

۸۔ تجنیسِ لاحق۔ الفاظ متجانس نوع حروف میں مختلف ہوں اور ان حروف کے باہم بعدِ مخارج ہو پھر یہ حروف کلمہ کے اول ہونگے یا وسط یا آخر میں۔ مثال ہر ایک بالترتیب ع کار تو غزو یا دو بار تو حق ٭ عرش تو تاج یا دو فرش تو کاہ ع در روے من زغمزہ کمانہا کشیدۂ ٭ بر جانِ من ز طرہ کمینہا کشادۂ ٭ ع دلِ من ہست زیں بازار بیزار ٭ قسم خواہی بداوار و بدیدار (فاضل طلبا با دنیٰ تامل سمجھ سکتے ہیں)۔

۹۔ تجنیس قلبِ کل۔ وہ کہ حروف کلمہ کے بالترتیب مقلوب ہوں۔ مثلاً فتح۔ حتف۔ یا ع مرد حق را در رحم نزرہ نبرد ٭ رام او را نمیگزد این مار ٭

۱۰۔ قلب بعض وہ ہے کہ حروفِ کلمہ بلا ترتیب مقلوب ہوں۔ مثلاً عورا تنا۔ روعاتنا۔ یا ع اور است طریقِ بت شکستن ٭ از آذر آرزو گسستن ٭

۱۱۔ قلب مجنح۔ وہ کہ دو متجانس لفظوں میں قلب ہو جو ایک مصرعہ اول میں اور دوسرا مصرعہ ثانی میں واقع ہو ع رام شد دل بآں بت طرار ٭ لبش افسوں گر است و زلفش مار ٭

۱۲۔ مقلوب مستوی وہ ہے کہ تمام حروف بیت کو قلب کرنے سے پھر وہی بیت بنجاوے اور مقلوب مستوی تین طرح پر آتا ہے۔ اول یہ کہ بیت کے ایک مصرعہ کے قلب کرنے سے دوسرا مصرعہ بنجائے۔ جیسے (ارانا الالہ ٭ ھلالہ انارا)۔ دوم یہ کہ قلب ایک مصرعہ سے بعینہ وہی مصرعہ حاصل ہو جیسے ع شکر بترازوے وزارت برکش ٭ شو ہمرہِ بلبلِ بلب ہر مہوش ٭ سوم یہ کہ قلب بیت سے بعینہ پورا بیت بنجائے ع مودتہ تدوم لکل ھول ٭ وھل کل مودتہ تدوم ٭ وقولہ تعالیٰ۔ رَبَّکَ فَکَبِّرْ۔ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ۔ "مرادے دارم"۔ "برآید یا رب"۔

۱۳۔ تجنیس مکرر یا مزدوج یا مردود۔ وہ کہ دو متجانس الفاظ لے آئیں خواہ کسی قسم کی تجنیس ہوں۔ مثلاً من طلب شیئا وجد وجد ومن قرع بابا ولج ولج +

۱۴۔ تجنیس خطی۔ یہ کہ دو لفظ کتابت میں ایک صورت سے لکھے جائیں۔ کقولہ تعالیٰ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ ع خلق از زباں سرایردہ ٭ زخمہا خوردہ رحمہا کردہ ٭

مکتوب یا فرق دانم ہو۔

(۵) اشتقاق اور شبہ اشتقاق بھی تجنیس کے ساتھ ملحق ہیں۔ اشتقاق وہ ہے کہ دو لفظ ایک ہی مادہ سے اور اصل معنی اور حروف میں موافق و متفق ہوں۔ جیسے اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ ؎ مشنّے خسیس ندہ کہ اہل سخن با من قراں کنند و قربانِ من نمیند ؛ (آیت میں اَقِم و قَیِّم اور شعر میں قراں و قربان مقصود بالذات ہیں)

شبہ اشتقاق وہ ہے کہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے متشابہ تو ہوں لیکن مادہ الگ الگ ہو کقولہ تعالیٰ قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ؎ گر بترسی ز نافت دوزخ ؛ از رہِ طاعت خدا ئے متاب ؛

تجنیس کی ایک قسم وہ ہے جو اشارہ سے حاصل ہو۔ جیسے حُلِقَتْ لِحْيَةُ مُوْسٰى بِاِسْمِهٖ وَبِهَارُوْنَ اِذَا قُلِبَا (موسیٰ کی ڈاڑھی اُسترہ کے ساتھ مونڈی گئی) موسیٰ آدمی کا نام ہے اور عربی میں اُسترہ کو بھی کہتے ہیں یہ تجنیس تام ہے۔ اور ہارون کا اُلٹ نورہ ہوا جو تجنیس قلب ہے)۔

۲۔ صنعت ردّ العجز علی الصدر۔ بیت کے مصرعِ اول کی پہلی جزو کو صدر اور آخر کو عروض۔ اور مصرعِ دوم کی جزوِ اول کو ابتداء اور آخر کو ضرب یا عجز کہتے ہیں۔ پس یہ صنعت چار قسم کی آئے گی اور ہر قسم تین نوع پر منقسم۔

قسم اول سے نوع اول۔ یہ کہ جو لفظ صدر بیت میں مذکور ہو عجز میں بھی اُسکا اعادہ کریں۔ جیسے ؎ سریع الی ابن العم یلطم وجهه ؛ ولیس الی داعی الندا ی بسریع۔

قسم اول سے نوع دوم۔ یہ کہ عجز میں بطور تجنیس کے ذکر کریں ؎ یگانہ زمانہ نشدستی ولیکن ؛ نشد ہیچکس از زمانہ یگانہ ؛

قسم اول سے نوع سوم۔ یہ کہ عجز میں بطریق اشتقاق یا شبہ اشتقاق کے ذکر کریں ؎
بکوششش گشت قدر ہر کسے در پیش یار افزوں ؛ من مسکیں زبوں تر میشوم ہر چند میکوشم

قسم دوم ردّ العجز علی الصدر۔ یہ کہ جو لفظ پہلے مصرعہ کے حشو میں واقع ہو اُسکو عجز میں ذکر کریں۔ اسکی بھی تینوں نوع سے جو اوپر ذکر ہوئیں (تکرار بعینہٖ یا بہ تجنیس یا بہ اشتقاق یا شبہ اشتقاق)۔

قسم دوم سے نوع اول۔ ؎ مارا کہ کند مسلم آنجا کہ ؛ خورشید نمی شود مسلم۔

قسم دوم سے نوع دوم۔ واذا البلابل افصحت بلغاتها ؛ فانف البلابل باحتساء بلابل ؛
(جمع بلبل شهرہ پرندہ) (جمع بلبال ـ غم و اندوہ) (جمع بلبلہ دراجی شراب)

(بلابل اول جمع بلبل۔ ثانی جمع بلبال بمعنے غم و اندوہ۔ ثالث جمع بلبلہ بمعنی ابریق شراب۔ یعنی جب بلبلیں

نصاحت سے نواسنجیاں کریں تو تم صراحی سے شراب ڈالکر غم غلط کرو ؎

یوسفِ ماست بہ بازار کنوں جلوہ فروش ٭ زاہد از گوشۂ خلوت دل خود را بازآر

قسم دوم سے نوع سوم۔ ؎ زبانِ بستہ را دستی است در کار ٭ دہانِ نکتہ گیراں را بہ بندد۔

قسم سوم ردّ العجز علی الصدر۔ یہ کہ جو لفظ عروض میں واقع ہو عجز میں بھی ذکر کریں۔ انہی مذکورہ بالا ہر سہ نوع کے مطابق (بہ تکرار یا بہ تجنیس یا بہ اشتقاق)

قسم سوم سے نوع اول۔ ؎ ومن کان بالبیض الکواعب مُغرما ٭ فما زلتُ بالبیض القواضب مُغرما

قسم سوم سے نوع دوم۔ ؎ در عاشقی و دلبری اے دلبر شیریں ٭ من رنجہ چو فرہادم و تو طرفہ چو شیریں۔

قسم سوم سے نوع سوم ؎ مہلک فتنہ و منوم ظلم ٭ دولت حیّ لاینام تو باد۔

قسم چہارم رد العجز علی الصدر۔ یعنی جو لفظ ابتدا (جزو اول) مصرعہ ثانی میں واقع ہو وہی عجز میں بھی لاویں مندرجہ بالا ہر سہ نوع کے مطابق (تکرار۔ تجنیس۔ اشتقاق)۔

قسم چہارم سے نوع اول۔ ؎ من غم زہرِ جاں خورم ایشاں زہر ناں ٭ آرے ہموم خلق بقدر ہمم نہند ٭

قسم چہارم سے نوع دوم۔ ؎ دل از ہوات نبرم اگرچہ رنج دلی ٭ سر از وفات نہ پیچم اگرچہ دردِ سری ٭

قسم چہارم سے نوع سوم۔ ؎ علی اللہ ازبد دوراں علی اللہ ٭ تبرا از خدا دوراں تبرا ٭

۲۳ صنعتِ لزوم ما لا یلزم۔ اس صنعت کا تعلق قافیہ سے ہے اسطرح پر کہ قبل حرف روی یا اسکے حکم میں جو حروف ہوں فواصل سے ایک حرف کا التزام معین کرلیں کقولہ تعالیٰ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ یہاں حرف ہ قبل ر کو جو بمنزلہ روی کے ہے التزام کیا۔

اور لزوم کے قبیل سے ہے منقوط۔ غیر منقوط و رقطا و خیفا۔

منقوط۔ جملہ حروف بیت نقطہ دار ہوں ؎ بخشش فیض بینی زین جشن ٭ بنشین غیظ نہ بینی زین جشن ٭

غیر منقوط۔ جملہ حروف بے نقطہ ہوں ؎ کحلِ مردم کرد گردِ راہِ دلدل رہوار او ٭ مہر و مہ را در رہ ہموارہ دارد سرمہ سا ٭

رقطا۔ وہ کہ ہر کلمہ میں ایک حرف نقطہ دار و ایک بے نقطہ ترتیب وار لائیں۔ جیسے ؎

زلف سیہ تو جانِ من دزدیدے ٭ اے دزد ندیدیم چو تو جاں دزدی

خیفا وہ کہ ایک کلمہ منقوط اور دوسرا غیر منقوط بالترتیب لائیں ؎ علم بینش دہر بیں دل آرا ٭ روح جنبش دہ بہیں گل
اور لزوم کے قبیل سے ہے مقطع اور موصل۔ مقطع وہ کہ کتابت میں جملہ حروف الگ الگ لکھے جائیں ؎
بخ زرد دارم ز دوری آں در ٭ زدہ داغ دردم درون دل آذر ٭ اور موصل وہ کہ جملہ حروف ملا کر لکھے جائیں
(دو دو۔ تین تین۔ چار چار۔ پانچ پانچ۔) مثال دو حرفہ ؎ چو مرگ ستاکو شب فرقت تو ٭ مزہ کہ باشد بدیں گونہ لاغر ٭
سہ حرفہ ؎ خطت خضر جد بخت مشک تبت ٭ تنت سیم لعل لبت تنگ شکر ٭ چار حرفہ ؎ بجنت نعیم مقیم محبت ٭
بہشت مخلد نصیب محقر ٭ پنج حرفہ ؎ بلبہا مسیحی بگفتن فصیحی ٭ بطلعت صبیحی بگیسو معنبر ٭

۴۔ صنعت سجع۔ امام سکاکیؒ لکھتے ہیں کہ سجع نثر میں ایسا ہے جیسا قافیہ شعر میں۔ سجع نظم اور نثر
دونوں میں آتا ہے اور وہ تین قسم ہے۔ مطرف۔ متوازی۔ موازنہ۔ سجع مطرف یہ کہ نثر کے دو فقروں کا
آخری کلمہ وزن (عروضی) میں مختلف، اور روی میں متفق ہو۔ مثال نثر قولہ تعالیٰ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ
وَقَارًا۔ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا۔ مثال نظم ؎ شیر یزداں چو بر کشادے چنگ ٭ روبہ آہو شدے چو پشت پلنگ ٭

سجع متوازی۔ وہ کہ نثر کے دو فقروں کا آخری کلمہ وزن اور روی دونوں میں موافق ہو۔ کقولہ تعالیٰ
فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ۔ نظم ؎ خبر از تیغ او خراشدہ ٭ سیر آبش ہمہ سراب شدہ ٭

ترصیع یہ کہ مصرعہ نظم یا نثر کے دونوں فقروں کے تمام الفاظ بر سبیل تقابل متحد الوزن والقوافی لائے جائیں
جیسے فہو یطبع الاسجاع بجواہر لفظہ ویقرع الاسماع بزواجر وعظہ۔ وہکذا فی النظم۔

سجع موازنہ۔ نثر کے دو فقروں کا آخری کلمہ وزن میں متحد اور روی میں مختلف ہو کقولہ تعالیٰ وَنَمَارِقُ
مَصْفُوفَةٌ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ۔ اور موازنہ نظم میں مستعمل نہیں کیونکہ نظم میں آخری کلمہ مقفّیٰ ہونا ضروری ہے جو یہاں نہیں

ترصیع موازنہ کی ایک قسم ہے وہ یہ کہ تمام الفاظ دو مصرعوں نظم یا دو فقروں نثر کے بر سبیل تقابل وزن
میں متحد اور روی میں مختلف لائے جائیں۔ کقولہ تعالیٰ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ وَهَدَيْنَاهُمَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ؎ رشک نظم من خورد حسان ثابت را جگر ٭ دست نثر من زند سحبان وائل را قفا ٭
(امام سکاکی نے اس نوع کو داخل ترصیع کیا ہے لیکن در اصل اسمیں اور ترصیع میں وزن اور قافیہ دونوں کا
اتحاد مشروط ہے اور اس میں اتحاد قافیہ مفقود)۔

شعرائے عجم مسجع اُس نظم کو کہتے ہیں جو قصیدہ یا نظم کے ہر بیت میں ہو۔ جیسے ؎ آں مہ نگر کز تابِ او خورشید بیدا آمدہ ٭
بر برگِ گل افگندہ خوٗ از سیر گلزار آمدہ ٭ شوریدگان سر بکف در دیدہ نم در سینہ تف ٭ از بہرِ سو دا بستہ صف یوسف ببازار آمدہ ٭

۵۔ **ذوالقافیتین**۔ اُس شعر کو کہتے ہیں جسکے دو قافئے ہوں۔ ؎ عقل و زباں کشیدنی باشد ٭
عشق و ایماں پشیدنی باشد ٭ کبھی تین قافئے ہوتے ہیں۔ مثلاً ؎ فیضِ او در عطا سکینۂ روح ٭
فضلِ او در وفا سفینۂ نوح ٭ ذو القافیتین مع الحاجب۔ یہ کہ ردیف کو دو قافیوں کے درمیان لایا جائے رباعی

ای شاہِ زمیں بر آسماں داری تخت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ سست است عدو تا تو کماں داری سخت
حملہ سبک آری و گراں داری لخت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ پیری تو بدانش و جواں داری بخت

۶۔ **متلون** سے مراد وہ نظم ہے جو دو یا کئی بحروں میں پڑہی جائے (مثلاً مثنوی سحرِ حلال اہلی شیرازی)
اے شدہ در خانۂ جاں منزلت ٭ خانۂ جاں یافتہ زاں منزلت ٭ ہلے شدہ مہرِ رخ تو زیں چرخ ٭ چرخ ازاں یافتہ در عین چرخ ٭
شد دل و جاں بندۂ روئے حسن ٭ مظہرِ خلق خوش و خوے حسن ٭ ان ابیات میں ایک بحر سریع مطوی
موقوف ہے۔ مُفْتَعِلُنْ مُفْتَعِلُنْ فَاعِلَان اور دوسری بحر رمل مسدس مقصور فَاعِلَاتُنْ فَاعِلَاتُنْ فَاعِلَان

۷۔ **تلمیح**۔ وہ ہے کہ کلام میں کسی واقعہ مشہورہ کیطرف اشارہ ہو یا ایسی چیز کیطرف جو کتب متداولہ میں مذکور ہو
؎ ہر کہ نظارۂ تو شد دست بریدہ میشود ٭ یوسفِ عہدی و جہاں نیم بہاے دی تو ٭ اسمیں زنانِ مصر
کے جمالِ یوسفی پر ہاتھ کاٹنے کیطرف اشارہ کیا ہے۔

۸۔ **سیاق الاعداد**۔ یہ کہ کلام میں چند چیز کو بالترتیب یا بلا ترتیب ذکر کریں ؎ غم و شادی بکار و بیم و امید و
شب و روز آفرین و ماہ خورشید ٭ یہ شعر مؤلف کے نزدیک صنعتِ جمع پر مشتمل ہے اور شعرائے عجم کے نزدیک
سیاق اعداد وہ صنعت ہے کہ جسمیں اعداد بالترتیب یا بلا ترتیب مذکور ہوں۔ جیسے ؎
یک دو شد از سہ حرف شش چار اصل و پنج شعبہ ٭ شش روز و ہفت اختر نہ قصر و ہشت منظر

۹۔ **تنسیق صفات**۔ کسی موصوف کو متواتر صفات سے ذکر کریں کقولہ تعالیٰ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔

۱۰۔ **توشیح**۔ چند ایسے اشعار لکھے جائیں جنکے پہلے حروف جمع کرنے سے کوئی مصرعہ یا نام حاصل ہو۔ جیسے

اردو کے اشعار ذیل سے درد و غم داغ حجر رنج فراق ؛ وقف دل بل بے حوصلہ دل کا ؛
سخت تڑپے ہے اب کہوں کس سے ؛ تجھ سوا ہجر میں گلہ دل کا ؛
ہر چار مصرعوں کے ابتدائی حروف جمع کرنے سے لفظ "دوست" حاصل ہوا۔ اور تشجیر۔ مدور۔ مربع وغیرہ بھی صنعتِ توشیح سے ہی ملحق ہیں۔

علم عروض

شعر کی تعریف۔ وہ موزون اور مقفیٰ کلام جو متکلم کے قصد سے صادر ہو بعض کے نزدیک قافیہ شعر کی تعریف میں داخل نہیں۔

علم عروض خلیل ابن احمد کی ایجاد ہے جس نے عرب کے اوزان شعر کا تتبع کر کے پندرہ بحروں میں تقسیم کیا ہے اور یہ پندرہ بحر صرف دس لفظوں کے ہیر پھیر سے مرکب ہیں۔ ان دس لفظوں کو اصول افاعیل یا ارکان کہتے ہیں۔ اور وہ دس لفظ یہ ہیں۔ فَعُولُنْ فَاعِلُنْ۔ مَفَاعِیلُنْ۔ فَاعِلَاتُنْ مُسْتَفْعِلُنْ۔ مَفَاعِلَتُنْ مُتَفَاعِلُنْ۔ مَفْعُولَاتُ۔ فَاعِ لَاتُنْ مُسْ تَفْعِ لُنْ۔

اصول افاعیل یا ارکان ان تین چیزوں سے مرکب ہوتے ہیں۔ سبب۔ وتد۔ فاصلہ۔ ان تینوں میں ہر ایک کی دو دو قسمیں حسب ذیل ہیں:۔

سبب خفیف۔ یعنی کلمہ دو حرفی۔ حرف دوم ساکن مثلاً فَا۔ سبب ثقیل یعنی کلمہ دو حرفی ہر دو متحرک۔ مثلاً مُتَ
وتد مجموع۔ یعنی کلمہ سہ حرفی آخر ساکن " فَعُوْ۔ وتد مفروق یعنی کلمہ سہ حرفی وسط ساکن " فَاعِ
فاصلہ صغریٰ یعنی کلمہ چار حرفی چہارم ساکن " مُتَفَا۔ فاصلہ کبریٰ۔ یعنی کلمہ پنج حرفی پنجم ساکن "

بحروں کے نام اس قطعہ سے ظاہر ہوتے ہیں سے بحور یکہ شعر اندراں منحصر شد ؛ بود شانزدہ نزد مرد سخنداں ؛
طویل و مدید و بسیط است و کامل ؛ دگر وافر انگہ رمل پس ہزج دان ؛ رجز بعد ازاں منسرح با مضارع ؛ سریع و خفیف است مجتث فرو خواں ؛
پس از مقتضب ہست بحر تقارب ؛ کزیں قطعہ تا شد و سوم آساں ؛ دگر آنکہ مشتق بود از تدارک ؛ ز عکس تقارب پدید آید آساں ؛
آخری شعر کا مطلب یہ ہے کہ ابو الحسن اخفش نے بحر تقارب کو الٹ کر ایک سولھواں بحر بنام متدارک بنا دیا ہے۔

بحروں کے اوزان

۱ - ہزج -	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	دو بار
۲ - رجز -	مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن	دو بار
۳ - رمل -	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن	دو بار
۴ - کامل -	متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن	دو بار
۵ - وافر -	مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن	دو بار
۶ - متقارب -	فعولن فعولن فعولن فعولن	دو بار
۷ - متدارک -	فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن	دو بار

(مذکورہ بالا ساتوں بحر ایک ہی رکن سے پیدا ہوتے ہیں)

۸ - طویل	فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن	دو بار
۹ - مدید	فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن	دو بار
۱۰ - بسیط	مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن	دو بار
۱۱ - سریع	مستفعلن مستفعلن مفعولات	دو بار
۱۲ - خفیف	فاعلاتن - مس تفع لن - فاعلاتن	دو بار
۱۳ - منسرح	مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات	دو بار
۱۴ - مجتث	مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن	دو بار
۱۵ - مضارع	مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن	دو بار
۱۶ - مقتضب	مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن	دو بار

(یہ ۹ بحر دو دو رکنوں سے بنے ہیں)

واضح ہو کہ آٹھ رکن والے بیت کو مثمن، چھ رکن والے کو مسدس اور چار رکن والے کو مربع کہتے ہیں۔ عربی کے شعر مثلث، مثنیٰ اور موحد بھی آئے ہیں۔ مگر فارسی میں اشعار مثمن اور مسدس کے سوا نہیں ہوتے۔

پہلے مصرع کے جزو اول کو صدر اور جزو آخر کو عروض کہتے ہیں۔ اور دوسرے مصرع کے جزو اول کو ابتداء اور جزو آخر کو عجز یا ضرب کہتے ہیں اور درمیانی اجزا کا نام حشو ہے۔

جس بحر کے ارکان میں کوئی تغیر عمل میں نہ آئے اسکو سالم کہتے ہیں اور جسمیں تغیر ہوا ہو اسکو مزاحف۔

دوائر بحور | واضح ہو کہ بعض بحروں کے افاعیل سے اسباب و اوتاد کی تقدیم و تاخیر کے ذریعہ دوسرے بحر پیدا ہو جاتے ہیں اور اس اُلٹ پھیر کو باسانی سمجھانے کے لئے خلیل ابن احمد نے پانچ دائرے وضع کئے ہیں جنمیں م علامت متحرک اور ا علامت ساکن کی قرار دی ہے۔

۱۔ دائرہ مختلفہ سے بحر بسیط، بحر طویل اور بحر مدید نکلتے ہیں۔

۲۔ دائرہ مؤتلفہ سے بحر کامل اور بحر وافر نکلتے ہیں۔

۳۔ دائرہ مجتلبہ سے بحر ہزج۔ رجز اور رمل نکلتے ہیں۔

۴۔ دائرہ مشتبہ سے بحر سریع۔ منسرح۔ خفیف۔ مضارع۔ مقتضب اور مجتث

۵۔ دائرہ متفقہ سے بحر متقارب اور متدارک نکلتی ہیں مثالاً یہی پانچواں دائرہ درج کیا ہے۔

دائرہ متفقہ
بحر متدارک
بحر متقارب

زحافات | مذکورہ بالا سولہ بحروں میں مختلف تغیرات عمل میں آتے ہیں جنسے ہر بحر کی کئی کئی قسمیں ہو جاتی ہیں۔ اس قسم کے تغیر کو زحاف کہتے ہیں۔

زحافات بہت سے ہیں۔ مثلاً اضمار۔ عصب۔ وقص۔ خبن۔ طی۔ کف۔ قبض۔ تشعیث قصر۔ قطع۔ قص۔ عقل۔ نقص۔ کسف۔ تشکیل۔ حذف۔ اخذ۔ اصلم۔ قطف۔ ابتر۔ تسبیغ۔ ترفیل جدع۔ خبل۔ خرم۔ اثلم۔ اثرم۔ اعضب۔ اقصم۔ اجم۔ اشتر۔ اخرب۔ معاقبہ۔ مراقبہ۔ اس بحث کو مفصل دیکھنا ہو تو عروض کا کوئی مستقل رسالہ ملاحظہ کریں۔ مثال کیلئے ایک زحاف کا ذکر کافی ہوگا۔

ایک زحاف کا نام ہے قصر۔ وہ یہ کہ رکن کے آخری حرف کو جو سبب کا جزو ثانی ہو حذف اور ما قبل کو ساکن کیا جائے۔ چنانچہ مفاعیلن میں مفاعیل۔ اور فاعلاتن میں فاعلات اور فعولن میں فعول ہو جاتا ہے۔

امثلہ بحر مزاحف | بحر ہزج مسدس مقصور "الٰہی غنچۂ امید بکشا" مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

بحرِ متقارب مثمن مقصور " بنامِ جہاندارِ جاں آفریں " فَعُولُن فَعُولُن فَعُولُن فَعَل ۔
بحرِ رمل مسدس مقصور " چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت " فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن فَاعِلَات ۔ علیٰ ہذا القیاس

طریقۂ تقطیع الٰہی عن مَفَاعِیلُن چہ اُمّی مَفَاعِیلُن دُ بکشاے مَفَاعِیل ۔
بنامِ فَعُولُن جہاندا فَعُولُن رجاں آ فَعُولُن فریں فَعُول ۔
چوں از و گش فَاعِلَاتُن تی ہمہ چی فَاعِلَاتُن ز از تو گشت فَاعِلَات ۔

رباعی واضح ہو کہ رباعی ایک خاص قسم کی چو مصرعہ نظم ہے جسکو ترانہ یا دو بیتی لکھتے ہیں ۔ وہ خاص شعراے عجم کی ایجاد ہے۔ بحرِ ہزج سے پیدا ہوتی ہے ۔ اور کئی زحاف اسمیں استعمال ہوتے ہیں ۔ مثال رباعی اخرم الصدر والابتدا ۔

اے عشق ترا چو من ہزاراں طالب ‏ ‏ ‏ دیدارِ ترا یوسفِ مصری راغب
واز ہجرِ تو جانم راصد محنت و غم ‏ ‏ ‏ آں بہ کہ نگردی تو از من غائب

قافیہ سے مراد وہ چند معین حروف ہیں جو ہر مصرع یا ہر بیت کے آخر میں مختلف الفاظ میں مکرر آتے ہیں بقول خلیل قافیہ بیت کے حرفِ اخیر سے یا حرفِ اخیر کے ماقبل ساکنِ اول سے ہوتی ہے اس ساکن کے ماقبل کا حرف متحرک بھی داخلِ قافیہ ہوتا ہے اور بقولِ اخفش آخرِ بیت کا سارا کلمہ داخلِ قافیہ ہوتا ہے اور بعض حرفِ روی کو قافیہ سمجھتے ہیں ۔

روی قافیہ کی اصل ہے آٹھ حرف اسکے ساتھ ملحق ہوتے ہیں انمیں سے چار (ردف ۔ قید ۔ تاسیس ۔ دخیل) روی سے پہلے آتے ہیں اور چار (وصل ۔ خروج ۔ مزید ۔ نائرہ) روی کے بعد ۔ سے اے سنائی بقوتِ ایماں ۔ مدحِ حیدر بگو پس از عثماں ۔ با ز فضل آیتِ سرِ افضول ۔ آں علمدارِ وعلمدارِ رسول ۔ تشنیدی ز مصطفٰے تاویل ۔ گشتہ مکشوف بر لسن تنزیل ۔ بیتِ اول میں نون روی والف ردف اور بیتِ دوم میں لام روی اور واو ردف اور بیتِ سوم میں لام روی اور یا ردف ہے ۔

چونکہ اسکے متعلق بکثرت رسائل موجود ہیں لہٰذا یہاں اسیقدر کافی ہے ۔ عروض و قافیہ کے مشتاق صاحب دوسری جگہ مطالعہ فرما سکتے ہیں ۔ والحمد للّٰہ علیٰ احسانہٖ والصلوٰۃ علیٰ نبیہٖ افضل رسلہٖ

خاتمہ بر دعائے مناجات بدرگاہِ مجیب الدعوات و قاضی الحاجات

کتاب ہذا کے مطالعہ سے استفادہ کرنیوالے اہلِ علم فضلا صفحات ذرہا مرو مدارکی توقیمت کردینگے لیکن ساجبیت مؤلف کی ذیع سوی کا علاج سے لئے

بادشاہا! جرمِ ما را درگذار ۔۔۔ ما گنہگاریم و تو آمرزگار

تو نکوکاری و ما بد کردہ ایم ۔۔۔ جرم بے اندازہ بیحد کردہ ایم

سالہا در بندِ عصیاں گشتہ ایم ۔۔۔ آخر از کردہ پشیماں گشتہ ایم

دائما در فسق و عصیاں ماندہ ایم ۔۔۔ ہم قرینِ نفس و شیطاں ماندہ ایم

روز و شب اندر معاصی بودہ ایم ۔۔۔ غافل از امر و نواہی بودہ ایم

بے گنہ نگذشت بر ما ساعتے ۔۔۔ با حضوری دل نہ کردم طاعتے

بر درآمد بندۂ بگریختہ ۔۔۔ آبروئے خود ز عصیاں ریختہ

مغفرت دارد امید از لطفِ تو ۔۔۔ زانکہ خود فرمودۂ لا تقنطوا

بحرِ الطافِ تو بے پایاں بود ۔۔۔ نا امید از رحمت شیطاں بود

نفس و شیطاں زد کریما راہِ من ۔۔۔ رحمتت باشد شفاعت خواہِ من

چشم دارم کز گنہ پاکم کنی ۔۔۔ پیش زاں کاندر لحد خاکم کنی

اندر آن دم کز بدن جانم بری

از جہاں با نورِ ایمانم بری، آمین

وصرف یہ دعائے مغفرت سعادتِ کونین و خاتمہ بخیر ہے۔ یہ ابیات یاد کرلیں اور تمام اوقات میں پڑھ کر خطاکار مؤلف کیلئے بھی دعا کرلیا کریں۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بیان تشبیہ

تشبیہ کہتے ہیں دو چیزوں کے ایک صفت یا معنے میں شریک ہونے کو۔ ان دو شریک المعنے چیزوں کو مشبہ و مشبہ بہ اور معنی مشترکہ کو وجہ شبہ اور جس مقصد کیلئے یہ اشتراک بیان کیا جاتا ہے اسے غرض تشبیہ اور جن حروف کے واسطے سے تشبیہ دی جاتی ہے انہیں آدات تشبیہ کہتے ہیں۔ پس تشبیہ میں ان پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ مشبہ۔ مشبہ بہ۔ وجہ شبہ۔ غرض تشبیہ۔ آدات تشبیہ۔ لہذا نقشہ ہذا میں پہلے مشبہ و مشبہ بہ۔ وجہ شبہ اور غرض تشبیہ کے انواع دکھائے ہیں اسکے بعد اقسام تشبیہ۔ وباللہ التوفیق۔

تشبیہ

۱۔ مشبہ و مشبہ بہ (۳ طرح پر ہونگے)

- ۱۔ ہر دو حسی
- ۲۔ ہر دو عقلی (۳ قسم پر)
  - عقلی
  - متعلق بوجدان
  - وہمی
- ۳۔ حسی و عقلی مخلوط (۲ قسم پر)
  - مشبہ حسی، مشبہ بہ عقلی
  - مشبہ حسی، مشبہ بہ عقلی

۲۔ وجہ شبہ (دو طرح پر ہے)

- ۱۔ واحد (دو قسم ہے)
  - ۱۔ واحد حسی
  - ۲۔ واحد عقلی
- ۲۔ متعدد (دو قسم ہے)
  - ۱۔ در حکم واحد (دو قسم ہے)
    - ۱۔ مرکب حسی (۴ قسم ہے)
    - ۲۔ مرکب عقلی
  - ۲۔ خارج از حکم واحد

مرکب

بعض حسی بعض عقلی	تام عقلی	تمام اجزا حسی
گہے خوردن می چوں خون بخورو، گہ تکیہ زدن بر مسند شاہ	تشبیہ بعض مرغوں کی کوے سے تیزی نظر وغیرہ میں۔	اَیْنَ اَیْنَ الکُئُوسُ وَالْاَقْدَاحُ، اَیْنَ اَیْنَ الشُّمُوسُ وَالْاَقْمَارُ

مرکب حسی کی قسمیں

۱۔ مشبہ و مشبہ بہ مفرد حسی، وجہ شبہ مرکب حسی	۲۔ ہر سہ مرکب حسی	۳۔ مشبہ مفرد حسی، مشبہ بہ وجہ شبہ مرکب حسی	۴۔ مشبہ بہ مفرد، و مشبہ و وجہ شبہ مرکب
تشبیہ انگور بچشم خروس		مثلاً الشمس کالمرآۃ فی کف الاشل	

وجہ شبہ کی اقسام بلحاظ حواس

مبصرات	مسموعات	مشمومات	مذوقات	ملموسات	حسیات

۳۔ غرض تشبیہ (دو طرح پر ہوگی)

- ۱۔ راجع بمشبہ (یہ ۶ قسم پر آئیگی)
  - ۱۔ بیان امکان مشبہ
  - ۲۔ بیان حال مشبہ
  - ۳۔ مقدار حال مشبہ
  - ۴۔ تقریر حال مشبہ
  - ۵۔ زینت مشبہ در نظر سامع
  - ۶۔ مذمت و تقبیح مشبہ، چوں کیمز نشتر نباز پیساں و رنجہ دارند ہمچو خرمگساں
- ۲۔ راجع بمشبہ بہ (یہ دو طرح پر ہے)
  - ۱۔ جو وجہ شبہ میں ناقص ہو اسکو مشبہ بہ بنانا
  - ۲۔ جسکی شان کا اہتمام رکھتے ہوں اسے مشبہ بہ بنانا

۴۔ آدات تشبیہ

عربی میں حروف تشبیہ کَ یا کَاَنَّ وغیرہ ہیں۔

اور فارسی میں آدات (حروف) تشبیہ مانند۔ چوں۔ برنگ۔ بسان۔ گوئی۔ گوئیا۔ وغیرہ۔ شعرائے عجم ان الفاظ کے قائم مقام بعض عبارتیں بھی لایا کرتے ہیں۔ مثلاً ؎

بوے یار من ازیں سست وفا مے آید
گلم از دست بگیرید کہ از کار شدم

مقصود تشبیہ سے یار کو گل بتانا ہے۔ اور "بوئے یار آمد" بجائے آدات تشبیہ مذکور ہوا۔

اقسام تشبیہ

- ۱۔ بلحاظ مشبہ و مشبہ بہ
- ۲۔ بہ اعتبار وجہ شبہ (۶ قسم)
  - تمثیلی (وجہ شبہ چند چیزوں سے منتزع ہو)
  - غیر تمثیلی (وجہ شبہ واحد ہو یا متعدد ذکر مرکب)
  - مجمل (وجہ شبہ غیر مذکور یا خفی ہو)
  - مفصل (وجہ شبہ یا ملتزم وجہ شبہ مذکور ہو)
  - قریب مبتذل
  - بعید غریب
- ۳۔ بہ اعتبار غرض تشبیہ
  - ۱۔ مقبول وہ جو کہ فائدہ غرض میں تام ہو۔
  - ۲۔ مردود وہ جو کہ فائدہ غرض میں ناقص ہو
- ۴۔ بہ اعتبار آدات تشبیہ
  - ۱۔ مؤکد (آدات تشبیہ کو حذف کریں)
  - ۲۔ مرسل (آدات تشبیہ کو حذف کرکے مشبہ کو مشبہ بہ کیطرف اضافت کریں)
- ۵۔ بہ اعتبار قوت و ضعف (کئی قسم ہے)

بلحاظ مشبہ و مشبہ بہ

ہر دو مفرد غیر مقید	ہر دو مفرد مقید	ایک مفرد مقید دوسرا مفرد غیر مقید	ہر دو مرکب	ایک مفرد ایک مرکب	ملفوف	مفروق	تسویہ	جمع

بدیں مجال کہ خریداران البلاغۃ کو نقشہ ہذا کی علیحدہ قیمت ادا کرنی ناگوار نہ گزرے۔ ۔۔۔ البلاغۃ کے صفحات ۔۔۔ قبول افتد زہے عز و شرف۔

باعتبار معنے کلمہ دو قسم ہے

(۱) حقیقت (اور حقیقت سو قسم ہے)

لغوی — حقیقت لغوی
عرفی — (حقیقت عرفی)
شرعی — (حقیقت شرعی)

(۲) مجاز (حقیقت کی طرح مجاز بھی لغوی عرفی اور شرعی ہوتا ہے)

(۱) مجاز مرسل — جہاں حقیقی اور مجازی معنی میں علاقہ تشبیہ کے بجز کوئی اور ہو۔ اور مجاز مرسل کی ۸ قسمیں ہیں۔

- تسمیہ کل باسم جزو
- تسمیہ جزو باسم کل
- تسمیہ سبب باسم سبب
- تسمیہ مسبب باسم سبب
- تسمیہ شے باسم کہ در زمانہ گذشتہ بود
- تسمیہ شے باسم آنکہ در زمانہ مستقبل خواہد یافت
- تسمیہ محل باسم حال
- تسمیہ شے باسم آلہ

(۲) استعارہ — اسمیں علاقہ تشبیہ کا ہوتا ہے۔

(۱) استعارہ مصرحہ — مشبہ متروک مشبہ بہ مذکور۔ استعارہ مصرحہ ۵ قسم ہے۔

(۲) استعارہ بالکنایہ — عکس استعارہ مصرحہ کا اور یہ ۳ قسم ہے۔

۱ باعتبار طرفین (مستعار لہ و مستعار منہ) یہ دو قسم پر ہے۔
(۱) وفاقیہ (مستعار لہ و مستعار منہ کا شخص واحد میں جمع ہونا)
(۲) عنادیہ (عکس وفاقیہ) — جس شخص کے آثار جلیلہ باقی ہوں اُسے زندہ سے استعارہ کرنا۔

۲ باعتبار وجہ جامع (چار قسم پر ہے)
- وجہ جامع داخل طرفین ہو
- وجہ جامع مفہوم طرفین سے خارج ہو
- وجہ جامع ظاہر ہو
- وجہ جامع مخفی ہو

۳ باعتبار ہر سہ (۵ قسم ہے)
- ہر سہ حسی (مستعار لہ، مستعار منہ اور جامع)
- طرفین حسی اور وجہ جامع عقلی
- استعارہ حسی مستعار منہ و وجہ جامع عقلی
- استعارہ حسی مستعار لہ و وجہ جامع عقلی
- ہر سہ عقلی
- مستعار لہ و مستعار منہ حسی اور وجہ جامع کے بعض اجزا عقلی اور بعض حسی

۴ باعتبار لفظ مستعار (دو قسم ہے)
(۱) اصلیہ (لفظ مستعار اسم جنس ہو) — جیسے لفظ اسد برائے مرد شجاع
(۲) تبعیہ (لفظ مستعار فعل یا مشتق یا حرف ہو)

۵ باعتبار تجرید و ترشیح (۳ قسم ہے)
- استعارہ مطلقہ
- مجردہ
- مرشحہ

کنایہ کی اقسام:

۱ مقصود کنایہ سے ذات موصوف ہو
- قریب
- بعید

۲ مقصود از کنایہ اوصاف میں سے کوئی صفت ہو

۳ مقصود کنایہ سے اثبات یا نفی کسی صفت کی موصوف سے ہے — مراد اس سے ابن حشرج کو سخی ثابت کرنا ہے۔

کنایہ کبھی بطریق ذیل بھی متفاوت ہوتا ہے۔
- تعریض
- تلویح (کنایہ کثیر الوسائط ہو)
- رمز (کنایہ کثیر الوسائط نہ ہو)
- اشارت (جس میں کثرت وسائط و خفا موجود نہ ہو)

قریب (کہ انتقال لازم کا ساتھ ملزوم کے بے واسطہ ہو)
- کنایہ واضح ہو — جیسے طویل النجاد کنایہ ہے طویل القامۃ سے ... سر انگندہ و سر کنایہ ہے خجل ہونے سے۔
- کنایہ مخفی ہو — جیسے عریض القفا کنایہ ہے ابلہ سے۔

بعید (وہ یہ کہ انتقال لازم کا ساتھ ملزوم کے کسی واسطہ سے ہو) — جیسے مہمان نواز کو کثیر الرماد کہتے ہیں ... کہ سخاوت کے لئے بالکل تیار ہے۔

صنائع بدائع لفظی کے یہاں مجملاً نام لکھدئے ہیں تاکہ مستحضر فی الذہن ہو جائیں امثلہ البلاغۃ میں ملاحظہ ہوں۔

بدائع معنوی (۱) صنعت طباق (تضاد و مطابقہ) (۲) صنعت مراعاۃ النظیر (تناسب توفیق) (۳) صنعت ... (۴) صنعت مزاوجت (۵) صنعت ارصاد (تسہیم) (۶) صنعت عکس (تبدیل) (۷) صنعت رجوع (۸) توریہ (۹) صنعت استخدام (۱۰) لف و نشر (۱۱) صنعت جمع (۱۲) صنعت تفریق (۱۳) صنعت تقسیم (۱۴) جمع و تفریق (۱۵) صنعت جمع و تقسیم (۱۶) صنعت جمع۔ تفریق، تقسیم (۱۷) صنعت تجرید (۱۸) مبالغہ مقبول (۱۹) مذہب کلامی (۲۰) صنعت مذہب کلامی (۲۱) تاکید المدح بما یشبہ الذم (۲۲) تاکید الذم بما یشبہ المدح (۲۳) صنعت استتباع (۲۴) صنعت ادماج (۲۵) صنعت توجیہ (محتمل الضدین) (۲۶) الہزل الذی یراد بہ الجد (۲۷) تجاہل عارفانہ (۲۸) قول بالموجب (۲۹) اطراد (۳۰) تعجب (۳۱) اعتراض (حشو)۔

صنائع لفظی (۱) صنعت تجنیس (۲) صنعت رد العجز علی الصدر (۳) صنعت لزوم ما لا یلزم (۴) صنعت سجع (۵) صنعت ذو القافیتین (۶) صنعت تلون (۷) صنعت تلمیح (۸) سیاق الاعداد (۹) تنسیق صفات (۱۰) توشیح۔

البلاغۃ — [illegible]

کتاب قاضی حبیب اللہ منشی فاضل مؤلف البلاغۃ کشمیری بازار لاہور

اسبابِ تالیف و طبع البلاغۃ

جن ایام میں میرا ارادہ امتحان دینے کا ہوا اُن دنوں میرا تعلق اخبار وکیل امرتسر اور پیسہ اخبار لاہور سے تھا۔ علاوہ فرائض وقائع نگاری کے مجھے اخبار کی بعض دیگر اہم خدمات بھی انجام دینی پڑتی تھیں۔ غرض مطلق عدیم الفرصت تھا اور شوقِ امتحان کا جن ایسا سر پہ سوار ہوا کہ چین نہ لینے دے! اور یہ شوق ایک حد تک جائز بھی تھا کیونکہ باوجود شب و روز علمی خدمات انجام دیتے رہنے کے بھی آجکل یونیورسٹی کی سند حاصل کئے بغیر کوئی شخص خود کو تعلیم یافتہ جماعت کی صف میں کھڑا کرنیکا حق نہیں رکھتا۔ عدیم الفرصتی کے باعث میں مکرر سہ کرر کتب امتحان کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ لہذا پہلی مرتبہ دیکھنا اور ضروری مضامین اخذ کرتا گیا۔ اگرچہ اس طریق سے ایک مرتبہ کتابیں دیکھنے میں بھی توقع سے زیادہ وقت صرف ہوا مگر مکرر طویل کتب کی ورق گردانی کی حاجت نہ رہی اور ماخذ نے کفایت کی چنانچہ امتحان دیا اور بزرگوں کی دعا و فضلِ خدا شاملِ حال ہونے سے خلافِ توقع کامیاب بھی ہو گیا۔ یہی ماخذ البلاغۃ ہے اور یہ اسکا سببِ تالیف۔

جن امیدواران امتحان کو ان مضامین منتخبہ کا پتہ لگا انہوں نے نقل کر کے استفادہ کیا لیکن جو انکی نقل لینے سے معذور تھے انہوں نے چھپوانیکا مشورہ دیا۔ مگر ان مضامین کو میں اس قابل نہ سمجھتا تھا لہذا ایسا کرنے سے باز رہا۔ اب جبکہ بعض محسنوں کے تقاضوں نے انکی طبع پر مجبور کر دیا تب میں نے البلاغۃ کا اپنے فاضل و قدیم دوست مولوی محمد حلیم صاحب انصاری ردولوی (منشی فاضل مؤلف و مترجم کتب عدیدہ) کو ملاحظہ کیلئے دیا اور انہوں نے حسبِ ذیل الفاظ میں مجھے طبع کی جرأت دلائی

..... صاحب ..... سلام مسنون۔ میں نے آپکی کاپی علم معانی و بیان کے متعلق اچھی طرح دیکھی۔ میں یہ کہنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپنے مولوی عالم۔ منشی عالم۔ مولوی فاضل اور منشی فاضل جماعتوں کے طلبہ کو اس مختصر کاپی کے ذریعہ بڑی بڑی کتابوں کے ازبر کرنے سے بالکل مستغنی بنا دیا ہے۔ اگر وہ آپکی کاپی البلاغۃ کو یاد کر لیں یا اسکے مختصر بیان کا مطالعہ کرتے رہیں تو یقیناً وہ امتحان میں علم بیان و بدیع اور بلاغت کے اندر کبھی ناکام نہ ہونگے۔ میرا تجربہ ہے کہ مشرقی علوم کے طلبہ میں اپنی درسی کتب کے متعلق ایسے مفید و مختصر نوٹ یا انکی کوئی تلخیص تیار کرنیکا بہت کم مادہ ہوتا ہے۔ وہ پوری کتاب یاد کرنے کی فضول کوشش کرتے ہیں اور نتیجہ یہ کہ بہت کم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ آپنے انپر بڑا احسان کیا ہے کہ اپنی دماغ سوزی کا نتیجہ انکو بھی بتا دینے پر آمادگی ظاہر کی اور اس کاپی البلاغۃ کو

چھپوانیکا ارادہ کیا ہے خداوند کریم آپ کو جزائے خیر دے اور طلبہ کو آپکی محنت اور فیاضی سے مستفید ہونیکی توفیق بخشے۔
والسلام المخلص محمد حلیم انصاری ردولوی ۔ مترجم عربی ۔ نزیل لاہور ۔ ۱۹ ۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء "۔

اس کے بعد یہ مسودہ میں نے جناب میرزا محمد نذیر صاحب عرشی (مولوی فاضل و منشی فاضل و مؤلف کتب متعددہ)
مترجم عربی دفتر پیسہ اخبار کی خدمت میں بھیجا جنھوں نے بعد ملاحظہ حسب ذیل الفاظ کے ساتھ واپس کیا :۔

"..... صاحب ..... السلام علیکم ۔ میں نے آپکا مسودہ بلاغت" اول سے آخر تک بڑی غور سے دیکھا
میرے خیال میں اس مختصر کے مضامین تشبیہ ۔ استعارہ ۔ مجاز ۔ کنایہ ۔ صنائع لفظی و بدائع معنوی از بر کرلینے
بعد دوسری کسی کتاب کی بہت کم ضرورت باقی رہجاتی ہے اور امیدوار امتحان کا تو اسکے زیر نظر رکھنے سے یقیناً
بیڑا پار ہے ۔ اگر عروض و قافیہ کے لئے بھی چند صفحے وقف کردیں تو علم اور اہل علم پر مزید احسان ہوگا والسلام
(الراقم) میرزا محمد نذیر عرشی ۔ مترجم عربی دفتر پیسہ اخبار ۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء "

چنانچہ امیدواران امتحان کے اصرار اور دوستوں کی حوصلہ افزائی کے اعتبار پر میں نے اسکو عام فائدہ کیلئے
طبع کرایا اور یہی اسباب طبع ہوئے ۔ میرزا صاحب کا میں زیادہ ممنون ہوں کہ البلاغۃ میں عروض و قافیہ انہی کے
مشورہ کا نتیجہ ہے ٭

الحمد للہ کہ میری سعی مشکور ہوئی اور محنت ٹھکانے لگی کہ البلاغۃ کو ملاحظہ فرمانیکے بعد فضلائے زمان اور اساتذہ
نے اسے نہایت پسند فرمایا اور امیدواران امتحانات کیلئے ازبس مفید بتلایا ان بزرگونکی تحریریں تیمناً و تبرکاً درج ذیل ہیں٭

شمس العلماء استاذ العصر حضرت مولانا مولوی محمد عبد الحکیم صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور و اورینٹل کالج کلانور

میں نے رسالہ علم بلاغت مؤلفہ قاضی حبیب اللہ صاحب منشی فاضل کو مختلف مواضع سے بغور مطالعہ کیا اور سنا ۔ اس رسالہ
میں مؤلف نے علم بیان (یعنی تشبیہ و استعارہ اور مجاز و کنایہ) و علم بدیع یعنے صنائع لفظی و معنوی و فن عروض و
قافیہ کو بطریق اختصار بیان کیا ہے اور اختصار ایسا نہیں کہ مخل مطلب ہو بلکہ بخیال سہولت طلبائے مبتدئین ہر ایک مضمون کی مثالوں سے
کامل توضیح کی گئی ہے ۔ میری رائے میں یہ رسالہ جو فاضل مؤلف کی فضیلت علمی کا کافی ثبوت ہے امیدواران امتحان منشی فاضل
و مولوی فاضل وغیرہ کے لئے نہایت مفید ہے ۔ فقط ۔ خاکسار محمد عبد الحکیم کلانوری ۔ ۱۳ ۔ فروری سنہ ۱۹۱۲ء "۔

شمس العلماء استاذنا العصر حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی پروفیسر عربی و پرنسپل اورینٹل کالج لاہور و ناظم مشنا رالعلماء

"میں نے رسالہ البلاغت کو دیکھا۔ میری رائے میں یہ رسالہ اُن تمام باتوں کو جو کتاب حدائق البلاغت وغیرہ میں ہیں قریباً حاوی ہے اسلئے میری رائے میں امیدواران امتحان منشی فاضل وغیرہ کے لئے یہ بہت زیادہ مفید اور کارآمد ہوگا اور انکی امتحانی مشکلات کو بخوبی حل کردے گا۔ مفتی محمد عبد اللہ عفی اللہ عنہ۔ ۱۴ فروری سنہ ۱۹۱۲ء۔"

جناب احمد بابا صاحب مخدومی سابق جنرل سکرٹری و صدر کمیٹی تالیف و طبع و حال سکرٹری کمیٹی اشاعت اسلام انجمن حمایت اسلام لاہور

مندرجہ بالا اساتذۂ عصر کے بعد کچھ لکھنا اگرچہ بیجا جسارت ہے لیکن رفاہ عام کے لئے اسقدر عرض کرنا فرض سمجھتا ہوں کہ البلاغۃ کا سبب تالیف جو مؤلف نے تحریر کیا ہے وہ نبی عربی (فداہ امی وابی) کے پاک فرمان "خیر الناس من ینفع الناس" کی تعمیل ہے۔ یوں تو بیت العلوم (یونیورسٹی) پنجاب سے ہر سال بہتیروں کو حاملان اسناد منشی فاضل مولوی فاضل بننے کا فخر حاصل ہوتا ہے لیکن علم سے خود مستفید ہونا اور دوسروں کو فائدہ پہنچانا ہر ایک کا کام نہیں ہے سچ ہے ؎ ہر کس رسد آنچہ باشد نصیب ؛ بقول عرب النصیب یصیب ؛ ــــ مولوی حالی مرحوم نے لکھا ہے کہ سرسید احمد خان علیہ سحائب الرحمۃ والغفران نے عہدۂ منصفی کا امتحان دینے سے پہلے قوانین دیوانی کا ایک خلاصہ تیار کیا۔ سرسید کا وہ انتخاب ایسا سودمند ثابت ہوا کہ صوبہ بھر میں اسکی اشاعت ہوئی اور بہت سے امیدوار اسکی بدولت منصف بنگئے۔

میرے لائق دوست قاضی حبیب اللہ صاحب کی مہربانی سے البلاغۃ طبع ثانی کی تصحیح کا مجھے موقع ملا اور آغاز سے انجام تک میری نظر سے گذرا۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ البلاغۃ کو ازبر کرلینا اس مضمون میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ اور مزید معلومات کے لئے بسیط کتابوں کا مطالعہ مناسب۔

میری ناقص رائے میں یہ رسالہ مدبران و منتظمین "عثمانیہ" اردو یونیورسٹی حیدرآباد دکن "صانہا اللہ عن الشرور والفتن" کی خاص توجہ اور علم پرور فیاضی کا مستحق ہے۔

ایک عرصہ سے یہ رسالہ کمیاب بلکہ نایاب ہو چلا تھا مگر امیدواران فضیلت علوم مشرقیہ کو مژدہ ہو کہ اب کئی اضافات کے ساتھ البلاغۃ دوبارہ طبع ہوتا ہے۔ استعارہ اور تشبیہ کے دو شجرے جو اس مرتبہ شامل البلاغۃ کئے گئے ہیں وہ اپنے اپنے موضوع کا آئینہ ہیں اور چند گھنٹوں میں یاد ہو سکتے ہیں وہ محض میرے اصرار کا نتیجہ ہیں جو قاضی صاحب کے انکار پر غالب آیا۔ لہذا میں بھی کلمۂ خیر سے یاد کیا جاؤں بقول مشہور الساعی فی الخیر کفاعلہ اس زمانہ کے مصارف طبع و گرانی کاغذ اور مضامین البلاغۃ میں اضافہ اور دماغی محنت کی نسبت سے امیدواران امتحان منشی فاضل و مولوی فاضل کی فیاض طبعی پر منحصر ہے۔

دستخط - احمد بابا مخدومی لاہوری - ۳۰ - اپریل سنہ ۱۹۱۹ء

التماس مؤلف

البلاغۃ جب پہلی مرتبہ چھپی تھی تو اساتذہ عصر شمس العلماء مولنا محمد عبدالحکیم صاحب و شمس العلماء مولنا مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی پروفیسران فارسی و عربی اورینٹل کالج لاہور کے علاوہ بعض دیگر فضلاء و کہنہ قلم ارباب تالیف و تصنیف نے بھی نہایت اُمید افزا الفاظ میں اسپر تقاریظ لکھیں مگر یہ یقین نہ تھا کہ طبقۂ فضلاء میں اسے اسقدر مقبولیت حاصل ہوگی۔ لیکن الحمدللہ کہ چھپی اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئی اور میرے پاس ایک نسخہ بھی مکمل نہ بچ سکا۔

خاکسار مؤلف کے لئے اس سے بڑھکر خوشی و مسرت کیا ہوسکتی ہے کہ منبع علم و فضل بغداد شہر میں البلاغۃ پڑہی جائے اور وہاں سے لکھا ہوا آئے کہ "یہ فاضل طلباء پر آپ کے کرم کا نتیجہ ہے" البلاغۃ کی اس عالمگیر قبولیت اور ضرورت نے مجھے دوبارہ اسکے چھپوانے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ دس بارہ صفحوں کا مضمون بصورت دو نقشوں تشبیہ و استعارہ کے اضافہ کرکے شامل کتاب کیا گیا۔ جب کاپیاں لکھی جاچکی تھیں تو ہمارے علم دوست بزرگ جناب احمد یا باصاحب مخدومی سابق جنرل سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے بڑے شوق و تپاک سے فرمایا کہ "یہ کاپیاں بغرض تصحیح میں پڑھتا ہوں" بعد قرأت جو کچھ اُنہوں نے فرمایا وہ اُنکے نام کے تحت میں صفحہ ۲۹ پر درج ہے۔ اور یہ الفاظ بالخصوص قابل ملاحظہ ہیں "میری ناقص رائے میں یہ رسالہ مدبران و منتظمین عثمانیہ اردو یونیورسٹی حیدرآباد دکن صانہا اللہ عن الشرور و الفتن کی خاص توجہ اور علم پروری و فیاضی کا مستحق ہے"

(مؤلف) البلاغۃ کی طبع اول کے وقت کاغذ کا نرخ ۲ فی پونڈ تھا۔ اب ۹ اور ۱۰ فی پونڈ ہے باوجود اسکے بہت اضافہ مضمون کیا گیا اور قیمت صرف ۸ علاوہ محصول ڈاک۔

خاکسار

شب برات شعبان ۱۳۳۶ھ

قاضی حبیب اللہ منشی فاضل کشمیری بازار لاہور

ارباب تر مائش بذریعہ وی پی بھیجنے کی تکلیف نہ دیں جسقدر نسخے البلاغۃ کے درکار ہوں ۸ فی نسخہ کے حساب علاوہ محصولڈاک